ناول
پُراسرار محل
www.pdfbooksfree.pk
ملک فہیم ارشاد

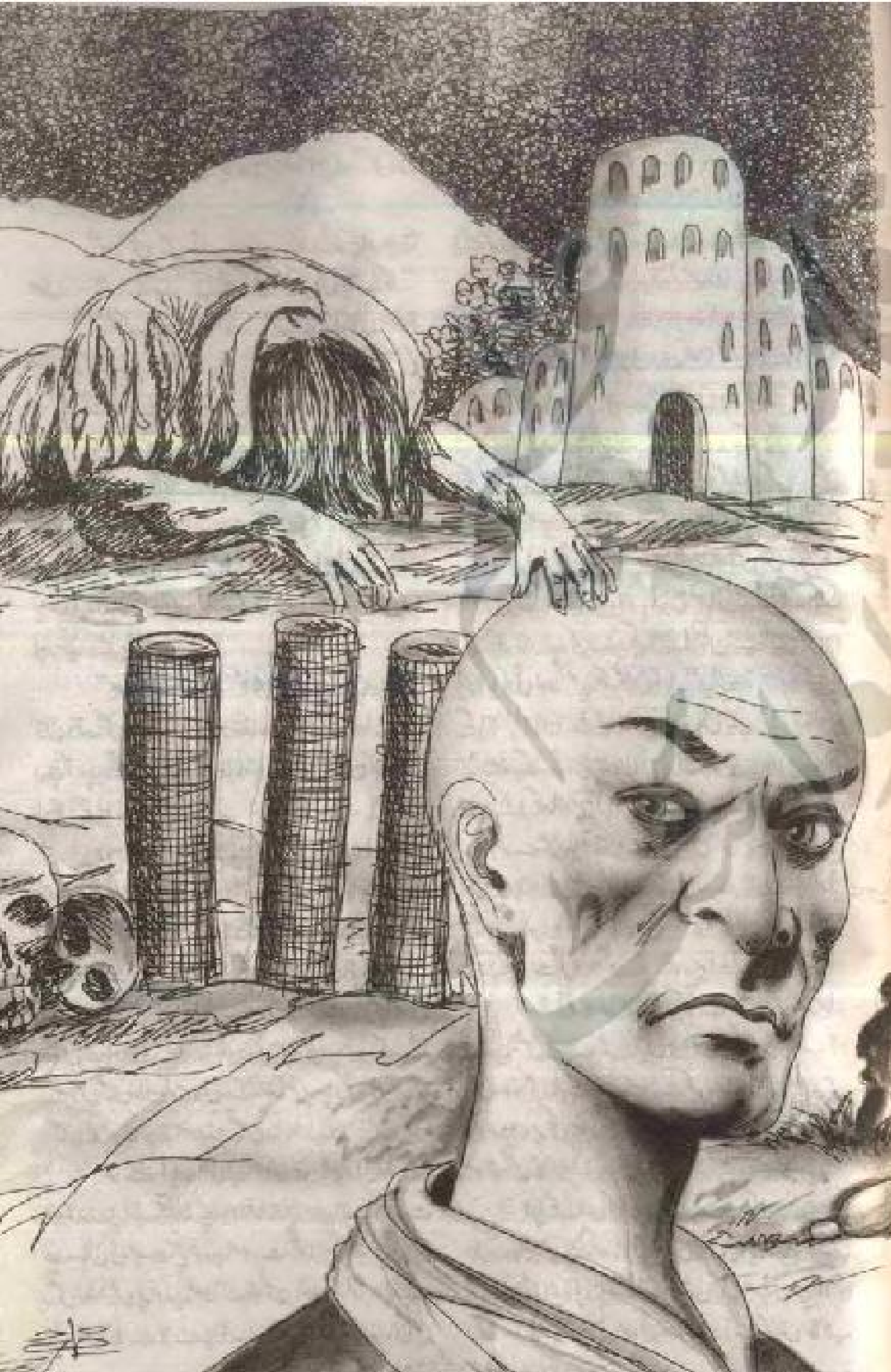

پراسرار محل

ملک فہیم ارشاد۔ فیصل آباد

نوجوان کی طرف ایک پھونک مارتے ہی نوجوان کا پورا وجود زنجیروں میں جکڑ گیا مگر دوسری پھونک پر نوجوان کا وجود زنجیروں سے آزاد ہوگیا۔ تلوار جو کہ نوجوان کے ہاتھ میں تھی وہ تلوار کسی نادیدہ قوت کے زیر اثر چل رہی تھی کہ پھر اچانک۔۔۔

ہولے ہولے دل ودماغ کو شکنجے میں کستی ہوئی ایک انوکھی اچھوتی اوردل فریفتہ کہانی

موسلا دھار برستی بارش، چمکتی بجلی اور خوفناک رات میں اس کی کار خراب ہونا کوئی نئی بات نہیں تھی، اس کی کار اکثر خراب رہتی تھی اس نے کار کے اندر لگا بونٹ کا بٹن کھینچا اور کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ بارش نے اسے بری طرح گھیرے میں لے لیا اور وہ چند لمحوں میں ہی مکمل طور پر بھیگ گیا وہ آگے بڑھا، بونٹ اٹھایا اور کار میں موجود خرابی کو دیکھنا شروع کردیا۔ یہاں وہاں ہاتھ مارے مگر کوئی استفادہ حاصل نہ ہوا۔ کار کی خرابی اس کی سمجھ سے بالاتر تھی ایسے موقعوں پر وہ بالکل نہیں گھبراتا تھا اس نے بونٹ نیچے گرایا اور کار لاک کرکے ایک طرف بڑھ گیا۔ گردونواح سے اس نے اندازہ لگایا کہ یہ ایک گاؤں ہے لیکن اسے کہیں بھی کوئی آدمی نظر نہیں آیا تھا شاید بارش کی وجہ سے سب اپنے اپنے گھروں میں دبکے ہوئے تھے۔

ایک جگہ اسے بس اسٹاپ نظر آیا بس اسٹاپ پر باقاعدہ ایک چھت موجود تھی اور بیٹھنے کے لئے دو بڑے بڑے بینچ موجود تھے وہ آگے بڑھا اور ایک پر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے سگریٹ اور لائٹر نکالے، سگریٹ کی ڈبیا بھیگنے سے بچ گئی تھی، اس نے پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکالی اور ہونٹوں میں دبالی۔ لائٹر سے سگریٹ سلگانے کے بعد وہ لمبے لمبے کش لینے لگا۔ ”اب کیا کروں؟“ وہ بڑبڑایا۔ ”لگتا ہے کسی سے ایک رات کے لئے پناہ مانگنی پڑے گی۔“

اس نے سگریٹ کا ختم شدہ ٹکڑا ایک طرف پھینکا اور دوبارہ بارش کے گھیرے میں آنے کے لئے آگے بڑھا، وہ سیدھ میں چلتا رہا، وہ ایک جگہ رکا اور اس محل کی طرف دیکھنے لگا۔ کتنا خوب صورت محل تھا وہ۔۔۔۔۔۔ وہ بادشاہوں کے محل جیسا تھا لیکن اب کھنڈرات میں بدل چکا تھا۔ اس محل نما حویلی کا بہت بڑا دروازہ تھا، وہ دروازہ اتنا بڑا تھا کہ اسے دیکھنے کے لئے گردن کو اوپر کرنا پڑتا تھا وہ آگے بڑھا، دروازے پر لوہے کا بڑا سا کنڈا لگا ہوا تھا جو پرانے زمانے کی اطلاع گھنٹی تھی۔ وہ آگے بڑھا اور اس کنڈے کو زور زور سے دروازے پر مارنے لگا۔ ایسا کرنے میں اسے کافی قوت صرف کرنا پڑ رہی تھی۔

بارش کا زور اب کافی حد تک کم ہوچکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ بڑا دروازہ چیختا ہوا کھلا اور دروازے میں اسے ایک خوب صورت لڑکے کی صورت نظر آئی جس نے ایک ہاتھ میں لالٹین پکڑی ہوئی تھی۔ ”جی فرمایئے۔“ لالٹین والے لڑکے نے پوچھا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ میری کار خراب ہوگئی

ہے کسی مکینک کا ملنا اس وقت ناممکن بات ہے کیونکہ ساری دکانیں بند ہیں۔" اس نے کہا تو لالٹین والے لڑکے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تو میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔" لالٹین والے لڑکے نے پوچھا۔

"دراصل میں ایک رات کے لئے پناہ چاہتا ہوں..... اس نے کہا۔ "صبح مجھے کوئی مکینک مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے آ جاؤ اندر۔" لڑکے نے کافی سوچ بچار کے بعد کہا۔ "شکریہ" وہ مسکرایا اور اندر داخل ہو گیا۔ لڑکے نے وہ دیو ہیکل دروازہ بند کیا اس نے دیکھا لڑکا کافی خوف صورت تھا اور صحت مند بھی، تبھی تو وہ اتنے بڑے دروازے کو آسانی سے بند کر رہا تھا۔

"میرا نام نعمان ہے اور آپ کا؟" اس نے اپنا نام بتاتے ہوئے لالٹین والے لڑکے کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن لالٹین والے لڑکے نے کوئی جواب نہیں دیا اور سیدھ میں چل دیا۔

"بھائی صاحب۔" نعمان نے اسے پکارا لیکن اس دفعہ بھی نعمان کو کوئی استفادہ حاصل نہ ہوا۔ "لگتا ہے آپ مجھے اپنا نام نہیں بتانا چاہتے۔" نعمان کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔

وہ دونوں ایک بڑے ہال میں داخل ہو گئے تو نعمان حیران رہ گیا وہ پورا ہال روشنی میں نہایا ہوا تھا، نقشے کے اعتبار سے وہ کسی بادشاہ کا دربار لگ رہا تھا۔ وہ ہال بہت بڑا تھا۔ ہال کی اونچائی بھی بہت زیادہ تھی۔ ہال میں دونوں اطراف خوب صورت کرسیاں بچھی ہوئی تھیں جو بادشاہ کے وزراء اور اعلیٰ عہدیداروں کے لئے مخصوص تھیں، ان کرسیوں کے اختتام پر چار کرسیاں رکھی تھیں جو بہت خوب صورت تھیں۔

سامنے ایک خوب صورت چبوترا تھا اس چبوترے پر ایک تخت بچھا ہوا تھا جو نہایت خوب صورت تھا۔ ہال کی چھت پر خوب صورت رنگوں کی نقاشی کی گئی تھی اور فرش پر خوب صورت قالین بچھا ہوا تھا۔ پورے ہال میں بڑے بڑے چوڑے ستون بھی تھے۔ ہال کی چھت پر خوب صورت فانوس بھی لٹک رہے تھے۔ دیواروں پر خوب صورت تصویریں اور جنگی آلات موجود تھے اس چبوترے کے پیچھے چھت پر جانے کے لئے سیڑھیاں موجود تھیں سامنے ایک بالکنی موجود تھی جس میں ایک خوب صورت کرسی پڑی تھی کرسیوں کے پیچھے محل میں موجود کمروں کے دروازے تھے۔

"بھائی صاحب یہ" نعمان کہتے کہتے رکا کیونکہ اس کے ساتھ آنے والا وہ لڑکا اب کہیں بھی موجود نہیں تھا۔ نعمان تیزی سے گھوما لیکن اسے وہ لڑکا کہیں بھی نظر نہ آیا۔ "ارے لڑکا کہاں چلا گیا؟"

وہ آگے بڑھا اور ان کرسیوں کے پیچھے موجود کمروں میں سے ایک میں داخل ہو گیا وہ کمرہ بھی بہت خوب صورت فرنیچر سے آراستہ تھا اور ہال کی طرح مکمل طور پر روشن تھا لیکن اس کمرے میں بھی وہ لڑکا، کہیں دکھائی نہیں دیا، اس طرح نعمان نے ایک ایک کر کے سارے کمرے دیکھ ڈالے لیکن اسے کہیں بھی وہ لڑکا یا کوئی اور شخص نظر نہیں آیا۔ "یہ لڑکا آخر چلا کہاں گیا؟" نعمان نے کہا اور دوبارہ ہال میں آیا۔ وہ اوپر چڑھنے کے لئے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ وہ اوپر پہنچا تو اس نے دیکھا اوپر بھی کئی کمرے موجود تھے۔ ایسے محلوں کے بارے میں یا تو اس نے کہانیوں میں پڑھا تھا یا اسے اس کی دادی ایسے محلوں کے بارے میں بتایا کرتی تھیں۔ اب وہ ایسا محل دیکھ کر بڑا حیران تھا کہ اتنے خوب صورت محل ہوا کرتے تھے۔ پرانے وقتوں میں۔

وہ آگے بڑھا اور ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔

وہ اب جس کمرے میں داخل ہوا تھا، وہ کسی کی خواب گاہ تھی، وہ بھی بہت خوب صورت کمرہ تھا۔ دلکش تصویریں دیواروں پر لگی ہوئی تھیں۔ کمرے میں ایک کھڑکی بھی موجود تھی۔

اچانک اس کو اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی تو وہ تیزی سے گھوما، پیچھے وہی لالٹین والا لڑکا ہاتھ میں ٹرے لئے اندر آ رہا تھا۔ ٹرے میں ایک صراحی اور گلاس رکھا ہوا تھا۔ "ارے بھائی صاحب آپ کہاں غائب

ہو گئے تھے؟" وہ لڑکے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں آپ کے لئے شربت لینے گیا تھا۔ لڑکے نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ٹرے کی طرف اشارہ کیا۔

"ٹھیک..... لیکن آپ اس طرح اچانک غائب۔" نعمان نے لڑکے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، لیکن لڑکے نے کوئی جواب نہ دیا وہ ایک طرف پڑی چھوٹی سی میز کی طرف بڑھا اس نے ٹرے میز پر رکھی اور صراحی میں سے وہ شربت گلاس میں انڈیلنے لگا۔ گلاس بھرنے کے بعد لڑکے نے صراحی دوبارہ ٹرے میں رکھی اور گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ "پی لو۔"

نعمان نے گلاس پکڑا وہ یہ شربت پینا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ لڑکا پراسرار ثابت ہوا تھا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ گلاس میں کیا چیز ہے؟ گلاس میں لال رنگ کا پانی تھا۔ "تم پی کیوں نہیں رہے؟" لڑکے نے نعمان کو گھورتے ہوئے کہا۔ "تو نعمان نے کشمکش کے انداز میں گلاس منہ سے لگایا۔ نعمان کو ایسا سواد زندگی میں پہلے کبھی نہیں آیا تھا وہ پورا گلاس ایک ہی سانس میں غٹاغٹ پی گیا۔ "کیا اور مل سکتا ہے؟" نعمان مسرت بھرے لہجے میں بولا۔ لڑکا مسکرایا اور اثبات میں سر ہلا کر اس نے نعمان کے ہاتھ سے گلاس پکڑ کر ٹرے میں رکھا اور صراحی سے مشروب گلاس میں انڈیلنے لگا۔

اچانک صراحی لڑکے کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا گری۔ لڑکا تیزی سے سیدھا ہوا، بے اختیار اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو تھام لیا اس وقت نعمان نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔

اس لڑکے کے چہرے پر چھوٹے چھوٹے سوراخ نمایاں ہونے لگے جس میں سے چھوٹے چھوٹے کیڑے نکلنے لگے لڑکے کی چیخوں سے پورا کمرہ گونج اٹھا۔ نعمان خوف کی وجہ سے کانپنے لگا کہ اچانک نجانے کہاں سے ایک تیز دھار تلوار آئی اور لڑکے کے پیٹ میں گھس گئی۔ لڑکے نے زوردار چیخ ماری اور قالین پر گر پڑا۔ کیڑے مکوڑوں کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

☆......☆......☆

"نائلہ میں تمہیں سونے سے لاد دوں گا۔" علی نے کہا جو نائلہ کی گود میں سر رکھے ہوئے تھا۔ "پتہ نہیں تم مجھے کب سونے سے لادو گے۔" نائلہ نے اس کے سیاہ بالوں میں اپنی انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔ "دیکھنا وہ دن لازمی آئے گا پھر ہمارے پاس بھی پیسے ہوں گے۔" علی حسرت سے بولا۔

"خواب خواب ہوتے ہیں......" نائلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کچھ خواب سچے بھی ہو جاتے ہیں۔" جواباً علی بھی مسکرایا۔

"ہاں..... لیکن غریبوں کے خواب کہاں پورے ہوتے ہیں۔" نائلہ غم زدہ لہجے میں بولی۔

"تم دیکھنا ایک دن تمہیں ضرور سونے سے لاد دوں گا۔" علی نے کہا تو نائلہ مسکرا دی۔

"اچھا اب میں چلتی ہوں بھائی گھر آ گیا ہوگا..... نائلہ نے کہا..... "تمہارے بھائی کی تو ایسی کی تیسی۔" علی مصنوعی غصے کے ساتھ بولا۔

دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے وہ روزانہ شام کو کھیتوں میں ملتے تھے۔ کافی دیر وہ باتیں کرتے رہے اور پھر اپنے اپنے راستے کی طرف ہو لئے۔

علی کے دوست ایک طرف کرکٹ کھیل رہے تھے وہ آگے بڑھا۔ "آ گئے اپنی معشوقہ سے مل کر۔" علی کے دوست احمد نے کہا تو اس کے باقی دوست قہقہے لگانے لگے۔

"اچھا بھئی میں بھی کھیلوں گا کرکٹ۔" علی نے اعلان کیا۔

"بولنگ کرنی پڑے گی۔" اس کے دوست عمر نے کہا۔

"میں تو بیٹنگ کروں گا۔" علی نے کہا کیونکہ وہ بیٹنگ میں کافی اچھا تھا۔

"تم بولنگ کیوں نہیں کرو گے۔" عمر نے پوچھا۔

''کیونکہ مجھے بولنگ آتی نہیں.....'' علی نے ایسے انداز میں کہا کہ عمر کے علاوہ اس کے باقی سارے دوست ہنس پڑے۔

''چل ٹھیک ہے۔'' عمر نے سر کھجاتے ہوئے بیٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔ علی نے بیٹ پکڑ لیا۔

''بولنگ کون کرے گا؟'' ایک طرف کھڑے احمد نے پوچھا۔ ''میں۔'' عمر نے اعلان کیا۔ ''علی پہلی بال میں تجھے آؤٹ نہ کر دیا تو میرا نام عمر نہیں۔''

علی نے بھی اسے چیلنج کیا وہ اپنی جگہ پر آیا اور دونوں ہاتھ مضبوطی سے بیٹ پر جمائے۔ عمر نے علی کو گھورا اور گیند پھینکنے کے لئے بھاگا اس نے ہاتھ گھما کر گیند پھینکی گیند پاس آنے پر علی نے تیزی سے بیٹ گھمایا اور گیند کافی اونچی اچھلی اور اس محل میں جا گری۔ ''وہ مارا..... چھکا.....'' علی چلایا۔

علی کے سارے دوست عمر کا مذاق اڑانے لگے۔ ''بھئی! چھکا تو مار لیا تو نے مگر وہاں سے گیند کون لائے گا؟'' عمر نے اپنی ہار مانتے ہوئے کہا۔

''میں لاؤں گا۔'' علی نے بیٹ والا ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔

''پاگل ہو گیا ہے تو.....'' عمر نے کہا۔ ''جانتا نہیں تو، کتنا خطرناک اور پراسرار محل ہے یہ.....''

''ارے کوئی خطرناک نہیں ہے۔'' علی نے کہا۔

''نہیں علی! آج صبح پولیس کو ایک گاڑی ملی تھی لیکن اس گاڑی کا مالک پولیس کو کہیں بھی نہیں ملا، پولیس کو شک ہے کہ وہ اسی محل میں گیا ہے۔'' احمد نے ایک نئی بات بتائی۔

''ارے تم سب گھبرا کیوں رہے ہو میں یوں گیا اور یوں آیا۔'' علی پرجوش لہجے میں بولا۔

''ہم تجھے نہیں جانے دیں گے۔'' سب یک زبان ہو کر بولے۔

''تم سب تو بے وقوف ہو گئے ہو، آج میں تم سب کا ڈر ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں گا۔'' علی نے کہا اور بیٹ ایک طرف کھڑے احمد کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ ''پلیز علی! مت جاؤ۔'' عمر منت بھرے لہجے میں بولا۔ ''ایک گیند کے لئے تو اپنی جان جوکھوں میں ڈال رہا ہے۔''

''میری جان! مسئلہ ایک گیند کا نہیں ہے مسئلہ سارے گاؤں کا ہے جو بلاوجہ اس پراسرار محل کو اتنا خوفناک اور خطرناک بتاتے ہیں۔'' علی نے کہا اور اس محل کی طرف بڑھ گیا۔ وہ محل کے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا اور جب اندر داخل ہوا تو اس نے دیکھا۔ فرش پر گرد اور مٹی کی موٹی تہہ جمی ہوئی تھی۔ زمین پر کیڑے مکوڑے رینگ رہے تھے۔ ہال کی چھت پر جالے لٹک رہے تھے۔ ہال میں کچھ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جسے دیمک نے کافی حد تک کھا لیا تھا۔ ہال میں کئی ستون بھی موجود تھے۔ سامنے ایک بالکنی موجود تھی جہاں ایک ٹوٹی پھوٹی کرسی پڑی ہوئی تھی۔

علی فرش پر رینگتے کیڑے مکوڑوں کو روندتا ہوا آگے بڑھا، وہ باری باری سب کمروں میں گیا، تمام کمروں میں ٹوٹا پھوٹا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔

علی اپنا پہلا مقصد بھول گیا تھا، وہ یہ سارا محل دیکھنا چاہتا تھا۔ ''ہوں تو یہ ایک محل ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔ وہ آگے بڑھا اور سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر پہنچا۔ چھت پر بھی کئی کمرے موجود تھے۔ وہ ان میں سے ایک کمرے میں داخل ہوا اس کمرے میں ایک ٹوٹا پھوٹا بیڈ پڑا ہوا تھا کمرے میں ایک کھڑکی بھی موجود تھی۔ یہ کسی کی خواب گاہ معلوم ہوتی تھی۔ کمرے میں ایک کھڑکی بھی موجود تھی۔ وہ کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھنے کے لئے آگے بڑھا تو اس کا پیر کسی چیز سے ٹکرایا۔ وہ چیختے ہوئے پیچھے ہٹا کیونکہ فرش پر ایک انسانی ڈھانچا پڑا ہوا تھا۔

اسے یاد تھا کہ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تھا تو فرش پر کوئی بھی چیز موجود نہیں تھی۔ ''یہ..... یہ.....'' گھبراہٹ کی وجہ سے اس کے منہ سے الفاظ بھی نکل نہیں رہے تھے، ایسے موقعوں پر بہادر سے بہادر انسان بھی گھبرا جاتا ہے۔

اچانک علی کو اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی تو وہ تیزی سے گھوما لیکن کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ وہ سیدھا ہوا اس دفعہ اسے حیرت سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ فرش پر وہ انسانی ڈھانچا اب موجود نہیں تھا۔

''ہیں..... یہ ڈھانچا کہاں چلا گیا؟'' وہ پریشان کن لہجے میں بولا۔

ایک بار پھر علی کو اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی، وہ تیزی سے گھوما تو اسے اپنا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رکتا ہوا محسوس ہونے لگا، اس کے پیچھے وہی ڈھانچا کھڑا تھا۔

علی گھبراہٹ کے باعث پیچھے ہٹا تو ڈھانچا تیزی سے آگے بڑھا اور اپنے ہڈیوں والے دونوں ہاتھ علی کی گردن پر جما دیئے۔ علی کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ علی نے اللہ کا نام لیا اور پوری قوت جمع کر کے ایک زوردار ٹکر ڈھانچے کے ہڈیوں والے پیٹ میں دے مارا۔ ڈھانچے نے علی کی گردن کو چھوڑا اور کمرے کی دیوار میں جا لگا۔ علی بری طرح کھانسنے لگا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن کو سہلانے لگا۔

اچانک علی کے کانوں میں چیخوں کی آواز پڑی، تو اس نے سامنے کی طرف دیکھا تو وہ حیران رہ گیا سامنے ایک خوب صورت لڑکا اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھامے چیخ رہا تھا کہ اچانک اس لڑکے کے چہرے پر چھوٹے چھوٹے سوراخ نمایاں ہونے لگے جس میں سے کیڑے مکوڑے نکلنے لگے، ایسے خوفناک منظر کو دیکھ کر علی کا سر چکرانے لگا، اس سے پہلے کہ وہ بے ہوش ہوتا اس نے اپنے سر کو جھٹکا دیا اور لاشعوری حالت سے باہر نکل آیا۔

سامنے وہی لڑکا اب بالکل درست حالت میں کھڑا تھا، تھوڑی دیر پہلے جو ایسی حالت میں تھا کہ اگر کوئی اور انسان اسے اس حالت میں دیکھ لیتا تو اپنے حواس کھو بیٹھتا، اس لڑکے نے ہاتھ کے اشارے سے علی کو اپنی طرف بلا لیا۔

اچانک علی کو نجانے کیا ہوا کہ وہ اس لڑکے کی طرف بڑھنے لگا لڑکا عجیب سے انداز میں مسکرایا وہ لڑکا گھوما اور سامنے کی طرف جانے لگا سامنے ایک پختہ دیوار تھی لڑکے نے اپنا ہاتھ دیوار کی طرف کیا تو فوراً دیوار میں ایک خلا پیدا ہو گیا لڑکا اس خلا میں داخل ہو گیا۔ علی بھی اس کی پیروی کرتا ہوا اس خلا میں داخل ہو گیا۔

علی اب حیران و پریشان ادرگرد دیکھ رہا تھا، اسے وہ سب خواب جیسا معلوم ہو رہا تھا۔

سامنے دیوار پر ایک سفید رنگ کا خوب صورت کپڑا لٹک رہا تھا جو شاید کھڑکی کا پردہ تھا۔ فرش پر لال رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا۔ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک خوب صورت درمیانے قد کی لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس نے عجیب قسم کے کپڑے پہن رکھے تھے ایسے کپڑے جو پرانے زمانے میں بادشاہ کی کنیزیں پہنتی تھیں۔ اس لڑکی نے ہاتھ میں ایک ٹرے پکڑی ہوئی تھی جس میں ایک صراحی اور ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ وہ علی کو دیکھ کر ٹھٹک کر رکی اور حیرت سے علی کی طرف دیکھنے لگی، اس نے ایک زوردار چیخ ماری تو ٹرے اس کے ہاتھ سے چھوٹی اور زمین پر جا گری۔ ''چور..... چور۔'' وہ چلائی اور تیزی سے واپس مڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

علی حیران و پریشان اسے بھاگتا ہوا دیکھتا رہا۔ ''چور'' علی حیرانگی سے بے ساختہ بولا۔ وہ آگے بڑھا تاکہ دیکھ سکے کہ وہ لڑکی کہاں گئی ہے ابھی وہ دروازے کے قریب بھی نہیں پہنچا تھا کہ دروازہ کھلا اور تین چار آدمی ہاتھوں میں نیزے لئے اندر داخل ہوئے، جنہوں نے بادشاہ کے ملازموں جیسے کپڑے پہنے ہوئے تھے ان چاروں نے علی کو بری طرح گھیر لیا اور نیزوں کی نوکیں علی کی طرف کر دیں۔ ''کون ہو تم؟'' ان میں سے ایک بولا، جس نے ان تینوں میں سے علیحدہ قسم کی لوہے کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔

''م..... م..... میں علی ہوں۔'' علی نیزوں کی نوکوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''کس ریاست کے باشندے ہو تم؟'' اسی آدمی نے پوچھا۔

''ریاست۔'' علی کے منہ سے نکلا۔ ''ریاست

"نہیں میں تو فتح پور گاؤں کا رہنے والا ہوں۔"

"فتح پور......" اس آدمی کے منہ سے حیرانگی کے باعث نکلا۔ "یہ کس ریاست کا گاؤں ہے؟"

"ریاست...... نہیں یہ ایک شہر کا گاؤں ہے۔" علی نے بتایا۔

"چلو جو بھی ہے لیکن تم یہاں کیا کررہے ہو؟" اسی آدمی نے پوچھا...... "اور تم نے یہ لباس کیسا پہنا ہوا ہے؟"

علی نے شروع سے لے کر آخر تک ساری بات بتائی تو وہ چاروں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ "یہ تم ہمیں کیا کہانی سنا رہے ہو۔" اسی آدمی نے کہا۔

"یہ کہانی نہیں ہے، میں سچ کہہ رہا ہوں۔" علی پریشان کن لہجے میں بولا۔

"تم جو بھی کہہ رہے ہو اس کا فیصلہ بادشاہ سلامت کریں گے۔" اس آدمی نے کہا۔ "اسے زنجیریں پہنا دو۔"

"جی اچھا سپہ سالار۔" ایک طرف کھڑے آدمی نے کہا اور اپنی کمر پر بندھے کالے کپڑے میں لپٹی زنجیریں لے کر علی کی طرف بڑھا۔ تھوڑی دیر بعد علی مکمل طور پر زنجیروں کی قید میں تھا۔ "چلو اب......" سپہ سالار سخت لہجے میں بولا اور علی نے قدم آگے بڑھایا۔ زنجیروں کی وجہ سے اس سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا لیکن وہ کیا کرتا، نیزوں کی نوکیں اس کی کمر پر لگی ہوئی تھیں اور وہ ان کی تیز دھار دیکھ چکا تھا وہ کمرے سے باہر نکلے اور سیڑھیوں سے نکل کر اس بڑے سے ہال میں پہنچے یہ کسی بادشاہ کا دربار لگ رہا تھا، سامنے چبوترے پر ایک خوب صورت تخت تھا جس پر ایک آدمی بادشاہوں جیسا لباس پہنے بیٹھا ہوا تھا وہ بڑی اکڑ سے بیٹھا تھا اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں شکل سے وہ ایک ظالم انسان لگ رہا تھا۔ تخت کے پیچھے دو خادم ہاتھوں میں مورچھل پکڑے بادشاہ کو ہوا پہنچا رہے تھے۔ ہال میں دونوں اطراف خوب صورت کرسیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے یہ بادشاہ کے خاص آدمی تھے۔

سامنے بالکنی میں ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی وہ کیسی تھی یہ تو علی نہیں جانتا تھا کیونکہ اس کے چہرے پر نقاب تھا لیکن اس کی خوب صورت آنکھیں علی کی طرف دیکھ رہی تھیں، لڑکی کی آنکھیں نیلی تھیں اس لڑکی نے شہزادیوں جیسا لباس پہنا ہوا تھا۔

دربار میں ایک بوڑھی عورت ہاتھ جوڑے بادشاہ سے فریاد کررہی تھی۔ دربار میں اور بھی کئی خادم تھے جو ہاتھوں میں نیزے اور ڈھال پکڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔ "بادشاہ سلامت میں آپ کے پاس ایک فریاد لے کر آئی ہوں۔" وہ بوڑھی عورت روتے ہوئے بولی۔ "رو مت اپنی فریاد بتاؤ اگر ہمارے بس میں ہوا تو ہم تمہاری مدد ضرور کریں گے۔" تخت پر بیٹھا بادشاہ شان سے بولا۔

"بادشاہ سلامت کل میری بیٹی اپنے پتی کے لئے کھیتوں میں کھانا لے کر جا رہی تھی کہ ایک آدمی نے اس کے ساتھ زبردستی کی تو اس کے پتی نے اپنی پتنی کو بچانے کی کوشش کی تو اس آدمی نے میرے داماد کو ختم کردیا ہی نہیں بلکہ اس نے میری بیٹی کو بھی ختم کردیا۔" اتنا کہہ کر وہ بوڑھی عورت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

یہ سن کر علی کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔

"کک...... کون ہے وہ، تم ہمیں بتاؤ ہم ابھی اس کا سر قلم کردیں گے۔" بادشاہ ہکلاتے ہوئے بولا۔

بڑھیا نے ایک طرف اشارہ کیا اس طرف سارے درباری دیکھ کر سکتے جیسی حالت میں آ گئے ایسا لگ رہا تھا جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو کیونکہ وہ شخص علی کے پیچھے کھڑا سپہ سالار تھا جو علی کو زنجیروں میں باندھ کر یہاں تک لایا تھا۔ علی نے بھی حیرت سے مڑ کر سپہ سالار کی طرف دیکھا جو غصے سے بڑھیا کو گھور رہا تھا۔ "بڑھیا تمہیں پکا یقین ہے کہ یہی وہ شخص تھا جس نے تمہاری بیٹی کی عزت کے ساتھ کھیلا تھا۔" بادشاہ کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

"جی بادشاہ سلامت یہی ہے وہ شخص جو میری معصوم بچی کے جسم سے کھیلا......" بڑھیا روتے ہوئے بولی۔ تو بادشاہ نے سپہ سالار کو گھورا...... "سپہ سالار کیا یہ

بات سچ ہے۔" بادشاہ انگارہ اگلتی آنکھوں سے گرجتی ہوئی آواز میں بولا۔

"بب...... بادشاہ سلامت یہ بڑھیا جھوٹ بول رہی ہے۔" آج تک میں نے ایسا گھناؤنا کام کبھی نہیں کیا۔ یہ بڑھیا مجھ پر الزام لگا رہی ہے۔" سپہ سالار مودبانہ لہجے میں بولا۔ "دیکھو مائی اگر تمہارے پاس کوئی گواہ ہے تو پھر میں تمہارے لئے کچھ کرسکتا ہوں۔" بادشاہ نے کہا تو سب درباریوں نے اس کی تائید میں سر ہلایا۔

"گواہ...... گواہ تو میرے پاس کوئی نہیں بادشاہ سلامت۔" بڑھیا کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔ "تو پھر میں تمہارے لئے کچھ نہیں کرسکتا۔" بادشاہ معذرت خواہ لہجے میں بولا تو وہ بڑھیا بیچاری روتی پیٹتی دربار سے چلی گئی، علی اس بڑھیا کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ دربار میں ایک نجومی تھا اس سے بادشاہ بولا۔ "نجومی اس نوجوان کا حساب کتاب لگاؤ۔"

"جو حکم بادشاہ سلامت۔" نجومی مودبانہ لہجے میں بولا۔ سلیٹ نکالی اور سلیٹ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچیں، سب کی نظریں نجومی پر جمی ہوئی تھیں، نجومی کافی دیر تک سلیٹ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچتا رہا پھر اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور وہ پریشان نگاہوں سے بادشاہ کی طرف دیکھنے لگا، شاید سب اس کی حالت کو محسوس کرچکے تھے اس لئے سب حیرت سے نجومی کی طرف دیکھنے لگے۔ "کیا ہوا نجومی تم کافی پریشان دکھائی دے رہے ہو۔" بادشاہ حیرانگی سے بولا۔

"بب...... بب...... بادشاہ سلامت جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔" نجومی نے کہا تو یکلخت پورے دربار میں خاموشی چھا گئی کیونکہ نجومی جب بھی ایسا کہتا تھا تو بری خبر ہی ہوتی تھی۔

"بب...... بولو۔" تھوڑی دیر بعد بادشاہ ہکلاتے ہوئے بولا۔

"بادشاہ سلامت اس لڑکے کے بارے میں، میں زیادہ تو معلومات حاصل نہیں کرسکا لیکن جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ بہت خطرناک ہیں۔" اتنا کہہ کر نجومی چپ ہوگیا۔

"بولو نجومی وہ کیا معلومات ہیں جو تمہیں اس نوجوان کے بارے میں حاصل ہوئی ہیں۔" بادشاہ علی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ...... یہ...... یہ لڑکا...... آ...... آپ...... کی موت کا سبب بنے گا۔" نجومی نے سارے درباریوں اور بادشاہ پر بظاہر بم پھینکا، علی بھی حیرت سے نجومی کا منہ تکنے لگا۔

سارے درباریوں میں کھسر پھسر شروع ہوگئی تھی۔

"خاموش......" بادشاہ ہاتھ اٹھا کر اونچی آواز میں گویا ہوا...... "نجومی ہوسکتا ہے تمہارے حساب میں کوئی غلطی ہوگئی ہو۔" بادشاہ نے خدشہ ظاہر کیا لہجہ پریشانی والا تھا۔

"بادشاہ سلامت میرے لگائے ہوئے حساب میں آج تک کوئی غلطی ثابت نہیں ہوئی میرا حساب بالکل سچا ہے۔" نجومی نے پختہ لہجے میں کہا۔

"اس کا کوئی حل؟" بادشاہ ہکلایا اس کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔

"جی ہاں اس کا حل ہے۔" نجومی نے کہا۔

"کیا؟" بادشاہ نے پوچھا۔

"آپ اس لڑکے کا سر قلم کروادیں۔" نجومی نے کہا تو علی نجومی کو بری طرح گھورنے لگا۔

"بب...... بادشاہ سلامت آپ کس کی باتوں پر یقین کررہے ہیں اسے تو اپنی زندگی کا بھی پتہ نہیں ہے۔" علی موت کے ڈر سے چلاتے ہوئے بولا۔ وہ لاکھ بہادر سہی لیکن اتنی زیادہ تلواروں اور نیزوں کے آگے کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

"خاموش ہو جاؤ۔" سپہ سالار اسے لے جاؤ اور اس کا سر قلم کردو...... بادشاہ نے گرجتی ہوئی آواز میں حکم دیا۔

"ٹھہریے حضور۔" نجومی نے بیچ میں مداخلت کی...... "کیا ہوا نجومی؟" بادشاہ حیرت زدہ لہجے میں بولا۔ "ابھی آپ اس نوجوان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے آپ

اسے کل کے سورج نکلتے ہی ختم کیجئے گا تو یہ آپ کے حق میں بہتر رہے گا۔" نجومی نے کہا تو بادشاہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے اس منحوس کو لے جا کر قید کر دو۔ کل اس کا سر قلم کر دینا۔" یہ سن علی بغیر کچھ بولے سپہ سالار کے ساتھ چل پڑا۔

☆......☆......☆

وہ ایک تہہ خانہ تھا جس میں جیل جیسے کمرے بنے تھے۔ ایک کمرے میں علی سلاخوں سے سر ٹکائے پریشان حال بیٹھا ہوا تھا وہ اس لمحے کو کوس رہا تھا جب اس نے گیند لانے کے لئے اپنے دوستوں سے تکرار کی تھی۔ پتہ نہیں وہ پراسرار لڑکا کس زمانے میں کھینچ لایا تھا۔

"بھائی صاحب۔" علی نے ایک پہرے دار کو آواز دی وہ رکا اور علی کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھنے لگا۔ علی نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پاس بلایا، وہ الجھن آمیز لہجے میں علی کی طرف بڑھا۔ "کیا ہے؟" وہ پہریدار سخت لہجے میں بولا۔

"بھائی صاحب یہ کونسی جگہ ہے؟" علی نے پوچھا۔

"یہ ملک سنجالیہ ہے۔" پہریدار نے بتایا۔

"سنجالیہ" علی کے منہ سے نکلا...... "بھائی صاحب یہاں سے فتح پور گاؤں کتنی دور ہے؟"

"فتح پور۔ یہ کس ریاست کا گاؤں ہے......" پہریدار حیرانگی سے بولا۔

"یہ تمہارا جو محل ہے! اسی گاؤں میں ہے۔" علی نے کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم، یہ ملک سنجالیہ کے بادشاہ کا محل ہے یہاں فتح پور نام کا کوئی بھی گاؤں نہیں ہے، تم پاگل تو نہیں ہو۔" پہریدار نے کہا تو علی لاجواب ہو گیا...... "پاگل تو تم مجھے دکھائی دیتے ہو۔" علی نے کہا۔

"اگر بادشاہ سلامت کا حکم نہ ہوتا تو میں تمہارا سر ابھی کے ابھی قلم کر دیتا۔" پہریدار نے غصے سے کہا۔

"ستیا ناس ہو اس نجومی کا جس نے جھوٹی بات بتا کر مجھے یہاں پھنسا دیا اور تمہارے اس کمبخت بادشاہ نے میری ایک بھی نہ سنی اور اس قید خانے میں ڈال دیا......" علی روانی کے عالم میں بولتا چلا گیا......

"اے لڑکے ہمارے بادشاہ کا نام احترام سے لے ورنہ......" پہریدار گرجا......

علی سمجھ گیا کہ یہاں کچھ نہیں ہونے والا، وہ کسی نہ کسی طرح اس محل سے نکلے اور دوبارہ اس محل میں نہ آنے کی توبہ کرے۔ اسے حیرانگی تھی کہ ابھی تک اس کا کوئی بھی دوست اسے بچانے کے لئے نہیں آیا تھا، وہ جانتا تھا کہ اس کے دوست اس پراسرار محل سے اتنا ہی ڈرتے تھے جتنا کہ زندگی موت سے......وہ جلد سے جلد اس محل سے نکل کر اپنی نانی کے پاس پہنچنا چاہتا تھا وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ اس کے کانوں میں ایک مترنم نسوانی آواز آئی۔ "کون ہو تم؟"

اس نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو دیکھا کہ وہی لڑکی سامنے کھڑی تھی جو دربار میں موجود بالکنی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر ابھی بھی نقاب موجود تھا صرف اس کی آنکھیں نظر آرہی تھیں۔

علی اٹھ کھڑا ہوا۔ "آپ۔" علی کے منہ سے نکلا۔ "ہم شہزادی مہروز ہیں۔" وہ لڑکی بولی تو علی کو ایسا محسوس ہوا جیسے کئی نقرئی گھنٹیاں بج اٹھی ہوں۔

"کس ریاست سے تعلق ہے تمہارا؟" شہزادی نے سوال کیا جو ہر کوئی اس سے کر رہا تھا۔

علی نے دیکھا کہ شہزادی کے تہہ خانے میں آنے کی وجہ سے سارے پہریدار باہر چلے گئے تھے۔ علی نے پھر وہی باتیں دہرا دیں جو وہ سوال کے جواب میں بتاتا تھا۔

"سچ سچ بتاؤ تم یہاں کیا کرنے آئے تھے، کہیں تم کسی سلطنت کے جاسوس تو نہیں ہو؟" شہزادی نے کہا۔

"شہزادی صاحبہ ایسا کچھ نہیں ہے، میں بھلا کس لئے جاسوسی کروں گا میں تو ایک غریب ہوں، میں اور میرے ساتھی کرکٹ کھیل رہے تھے میں نے چھکا مارا اور گیند اس محل میں آگری، میں گیند لینے کے لئے

یہاں آیا اور بری طرح پھنس گیا حالانکہ میرے دوستوں نے مجھے منع بھی کیا لیکن میں جوش کی حالت میں اس محل میں آگھسا جس کی سزا مجھے یہ مل رہی ہے کہ میں اس تہہ خانے میں قید ہوں، یہ تو اس نجومی کی کرم نوازی ہے کہ اس نے عجیب خبر سنا دی اور بادشاہ نے کل میری موت کا اعلان کر دیا اگر میں دوستوں کے کہنے پر رک جاتا تو آج میرا یہ حال نہ ہوتا۔" علی دکھی لہجے میں بولا۔

"تمہیں پتہ ہے، تمہارا سر قلم ہوتے ہوئے کل پورا ملک دیکھے گا اور وہاں کے خوفناک پرندے تمہارا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے۔" شہزادی نے علی کو نئی خبر سنائی اور علی اتنی بھیانک موت کا سن کر سہم گیا۔

"پلیز! شہزادی صاحبہ میری مدد کریں مجھے آپ اس محل سے نکال دیں میں دوبارہ اس محل میں نہیں آؤں گا۔" علی کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولا۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے کہ تم یہاں غلطی سے آئے ہو ویسے تم میری خوابگاہ میں کیا کر رہے تھے؟" شہزادی نے پوچھا تو علی نے ایک مرتبہ پھر سارا واقعہ دہرا دیا۔

"مجھے تو تمہاری کسی بھی بات کی سمجھ نہیں آرہی، خیر چھوڑو، میں تو یہاں تمہاری مدد کرنے کے لئے آئی ہوں، اب غور سے میری بات سنو!" شہزادی بولی۔

"جب رات کا سفر کافی حد تک طے ہو جائے اور دن نکلنے والا ہو تو یہ سارے پہریدار آرام کی غرض سے تہہ خانے سے باہر چلے جاتے ہیں لیکن یہاں پر تم کئی پہریداروں کو اونگھتے ہوئے پاؤ گے ان سے ہوشیاری سے بچ کر تم محل سے نکل جانا اور اپنے ملک کی طرف بھاگ جانا اور دوبارہ کبھی بھولے سے بھی اس ریاست کا رخ مت کرنا کیونکہ ہمارے ابا جان اپنی پوری فوج تمہارے پیچھے لگا دیں گے۔"

"میری اور میرے باپ کی توبہ شہزادی صاحبہ جو میں دوبارہ اس محل میں داخل ہوا۔" علی نے کہا تو شہزادی ہنس پڑی۔

"یہ لو چابی جس سے اس قید خانے کا دروازہ کھلے گا۔" شہزادی نے ہاتھ میں پکڑی ایک بڑی سی چابی علی کی طرف بڑھا دی اور دیوار کے ساتھ بنی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

علی وقت مقررہ پر قید خانے کا چابی سے دروازہ کھولا، سارے پہریدار اونگھ رہے تھے، بہر حال وہ محل سے باہر نکل کر ایک طرف چل پڑا۔

دل میں کئی وسوسے پیدا ہو رہے تھے دن کا اجالا کافی حد تک پھیل چکا تھا۔ علی چلتے چلتے محل سے کافی دور نکل آیا تھا، لوگ اب اپنی جھونپڑیوں سے باہر نکلنا شروع ہو گئے تھے لوگوں نے علی کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا تھا۔

اچانک علی کی نظر ایک بوڑھی عورت پر پڑی یہ وہی عورت تھی جو محل میں بادشاہ کے سامنے فریاد لے کر آئی تھی۔ علی کسی خیال کے تحت اس بڑھیا کے پیچھے پیچھے چلنے لگا، اس عورت نے ہاتھوں میں پھلوں کی ٹوکری پکڑی ہوئی تھی بڑھیا چلتے چلتے کافی دور نکل آئی اور پھر وہ درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو گئی، وہ شاید جنگل تھا، بڑھیا ایک طرف بنی جھونپڑی کی طرف بڑھی جہاں ایک خوب صورت نوجوان لڑکی میلے کپڑے پہنے ہوئے بکری کو چارہ ڈال رہی تھی۔ علی تیزی سے بڑھیا کی طرف بڑھا۔ "ماں جی سنیے۔" علی نے بڑھیا کو آواز دی۔ بڑھیا تیزی سے گھومی۔ "وہ...... دیکھئے...... مم...... مجھے...... بھو...... بھوک......" علی اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ وہ لہراتے ہوئے زمین پر جا گرا تھا، بڑھیا اور وہ لڑکی تیزی سے علی کی طرف لپکیں، بھوک کی وجہ سے علی کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ علی بے ہوش ہو گیا تھا۔

علی کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک جھونپڑی میں موجود پایا، وہ ایک چارپائی پر لیٹا ہوا تھا، سامنے وہی بڑھیا مٹی کی ہانڈی میں ڈوئی پھیر رہی تھی، اچانک اس کی نظر علی پر پڑی تو وہ تیزی سے علی کی طرف بڑھی۔ "بیٹا تمہیں ہوش آگیا۔" بڑھیا شفقت سے بولی۔

"جی۔" جواباً علی مسکرایا۔ "کیا مجھے پانی مل سکتا ہے؟"

"ہاں بیٹا بس تھوڑی دیر! میری بیٹی ندی سے

پانی بھرنے گئی ہے۔" بڑھیا نے کہا تو علی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس سے پہلے کہ علی مزید کوئی سوال کرتا جھونپڑی کے بیرونی حصے کا پردہ ہٹا اور وہی لڑکی بغل میں گھڑا لئے اندر داخل ہوئی اس نے گھڑا ایک طرف رکھا۔۔۔۔ "زہرہ بیٹی اپنے بھائی کو پانی دو پتہ نہیں کب سے پیاسا ہے۔" بڑھیا نے مسکراتے ہوئے کہا تو علی کو بڑھیا کے لہجے میں ماتا کی لہر نظر آئی۔ "یہ لو" زہرہ نے مٹی کے پیالے میں پانی ڈال کر علی کی طرف بڑھایا۔ علی نے پانی کا پیالہ پکڑا اور ایک ہی سانس میں غٹاغٹ پی گیا۔ تھوڑی دیر بعد بڑھیا نے علی کو کھانا کھلایا اور پینے کے لئے بکری کا دودھ بھی دیا اور باقی بچا کھچا دودھ اپنی بیٹی کو دے دیا۔

"اچھا ماں جی اب میں چلتا ہوں، آپ کا بہت بہت شکریہ۔" علی نے بڑھیا کا شکریہ ادا کیا۔

"نہیں بیٹا میں نے یہ سب کچھ اپنے بیٹے کے لئے کیا ہے۔" بڑھیا نے کہا۔

"بیٹا۔۔۔۔!" علی کے منہ سے نکلا۔

"بیٹا میرے بیٹے کی شکل تم سے بہت زیادہ ملتی ہے۔" بڑھیا کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو نکل کر گالوں پر پھیل گئے ایک طرف بیٹھی زہرہ بھی ہچکیاں بھرنے لگی۔

"کہاں ہے آپ کا بیٹا؟" علی نے پوچھا تو وہ بڑھیا اور زہرہ رونے لگیں اور علی سمجھ گیا کہ ان کا بیٹا اس دنیا میں نہیں ہے۔ "معاف کیجئے گا ماں جی۔" علی معذرت خواہ لہجے میں بولا۔ "میں نے خوامخواہ آپ کو آپ کے بیٹے کی یاد دلا دی۔"

"کوئی بات نہیں بیٹا، اب ان یادوں کے سہارے ہی تو جینا ہے۔" بڑھیا نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا اسی وقت ماحول میں ایک عجیب سی آواز گونجی۔ "دھپ۔۔۔۔دھپ۔"

"یہ کیسی آواز ہے ماں جی؟" علی نے پوچھا۔

"بیٹا بادشاہ کا کوئی اعلان ہوگا جو وہ اپنی رعایا کو سنانا چاہتا ہوگا۔" بڑھیا کا لہجہ نفرت انگیز تھا۔

"ماں جی کیا آپ کے بیٹے کا کوئی لباس پڑا ہوا ہے۔" علی نے پوچھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ بادشاہ کیا اعلان کروانے والا ہے۔ بڑھیا نے اسے اپنے بیٹے کے کپڑے دے دیئے جو اس کے جسم پر بالکل فٹ آئے، وہ بڑھیا کی جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بادشاہ کے محل کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا وہاں ہزاروں کے قریب آدمی جمع تھے ایک آدمی بڑے سے ڈھول کو بجا رہا تھا۔ جب لوگوں کا آنا بند ہوگیا تو اس آدمی نے ڈھول بجانا بند کردیا۔ "بادشاہ سلامت نے اہم اعلان کرنے کے لئے ساری رعایا کو یہاں اکٹھا کیا ہے۔" اتنا کہہ کر اس آدمی نے ایک بار پھر ڈھول بجانا شروع کردیا۔

"بادشاہ سلامت کے محل سے ایک قیدی فرار ہوگیا ہے جو بہت خطرناک ہے اس نے بادشاہ سلامت کے کچھ آدمیوں کو زخمی بھی کردیا ہے جن میں سپہ سالار بھی شامل ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ آدمی چپ ہوگیا۔ لوگوں میں سرگوشیاں شروع ہوگئیں اس آدمی نے ایک بار پھر ڈھول بجانا شروع کیا۔ جس کا مطلب تھا کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں۔

"جو بھی اس لڑکے کو پکڑ کر بادشاہ کی خدمت میں لائے گا اسے ایک ہزار اشرفیاں انعام میں دی جائیں گی۔" اتنا کہہ کر وہ آدمی چپ ہوگیا۔

ایک ہزار اشرفیوں کا سن کر مرد اور عورتیں دنگ رہ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد سب آپس میں چہ میگوئیاں کرتے ہوئے اپنے اپنے راستے کی طرف ہولئے۔

علی بھی اسی بڑھیا کی جھونپڑی میں واپس آگیا۔ "ماں جی اب میں چلتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچے۔" علی نے بڑھیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں بیٹا تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ تم نے مجھے ماں کہا ہے اور میں نے تمہیں دل سے اپنا بیٹا مانا ہے اس لئے اب تم یہیں رہو گے۔" بڑھیا پختہ لہجے میں بولی۔

"لیکن ماں جی اگر بادشاہ کے سپاہی یہاں

آگئے تو میری وجہ سے وہ آپ لوگوں کو بھی تکلیف پہنچائیں گے۔" علی نے کہا۔ "بیٹا بادشاہ کے سپاہی اس جنگل میں کیا کرنے آئیں گے سب جانتے ہیں۔ بادشاہ کے قید سے بھاگے ہوئے قیدیوں کو کوئی پناہ نہیں دیتا اور نہ ہی کوئی پناہ دے سکتا ہے کیونکہ یہ بادشاہ بڑا ظالم ہے۔" بڑھیا نفرت انگیز لہجے میں بولی۔ "لیکن بیٹا تم نے مجھے ماں کہا ہے اس لئے میں ماں کا فرض ضرور نبھاؤں گی۔" بڑھیا کے لہجے میں ایک جذبہ تھا۔ علی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ماتا کیا ہوتی ہے اس نے یہ آج محسوس کیا تھا۔

☆۔۔۔۔۔☆۔۔۔۔۔☆

رات کے اندھیرے میں علی جھیل کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ پانی میں چاند کے عکس کو دیکھ رہا تھا، اس نے ہاتھ میں کچھ کنکریاں پکڑی ہوئی تھیں جو وہ وقفے وقفے سے پانی میں پھینک رہا تھا کنکریاں پھینکنے سے پانی میں ہلچل سی مچ جاتی تھی۔ علی کو آج پورا ایک ہفتہ ہوچکا تھا، اس پرانے زمانے میں پہنچے ہوئے بادشاہ کے سپاہی اسے ڈھونڈ رہے تھے وہ اس بات پر حیران تھا کہ وہ اس پرانے زمانے میں پہنچا کیسے؟

وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ محل سے نکلنے کے بعد وہ اپنے گاؤں میں ہوگا لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ تھا وہ مکمل طور پر پرانے زمانے میں پہنچ چکا تھا۔ آج اسے اپنی ضد کا انجام بھگتنا پڑ رہا تھا۔ نہ وہ اس دن گیند لانے کے لئے ضد کرتا اور نا ہی وہ اس عذاب میں پھنستا، اسے وہ لڑکا بھی یاد تھا جو اسے یہاں لے کر آیا تھا وہ لڑکا بھی اسے دوبارہ نہیں ملا تھا یہاں آنے پر اس نجومی نے اسے موت کے چنگل میں پھنسا دیا تھا۔ بادشاہ کے سپاہی اسے بھوکے کتوں کی طرح ڈھونڈ رہے تھے، وہ ہر وقت اس جھونپڑی میں ہی قید رہتا اور شام کو اس جھیل کے پاس آجاتا۔ یہاں آنے کا اسے ایک فائدہ ہوا تھا کہ اسے سچے رشتے مل گئے تھے ایک ماں کا اور دوسرا بہن کا۔

رشتے کیا ہوتے ہیں یہ تو اس بڑھیا اور لڑکی سے ملنے کے بعد پتہ چلا تھا لیکن وہ نائلہ کو بھلا نہیں پا رہا تھا نائلہ اس کے خیالوں میں ہر وقت رہتی تھی لیکن پتہ نہیں اب وہ اس سے مل بھی سکتا ہے یا نہیں۔ بادشاہ کے سپاہیوں کے ہاتھوں مارا جاتا، وہ تو مارا ہی جاتا اگر بادشاہ کی بیٹی شہزادی مہروز اس کی مدد نہ کرتی تو اس نے ابھی تک شہزادی مہروز کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی پتہ نہیں وہ کتنی خوب صورت ہوگی؟ وہ جانتا تھا کہ پرانے زمانے کی شہزادیاں اسی طرح نقاب میں رہتی تھیں۔ علی اس بات پر حیران تھا کہ وہ اتنے جدید دور کا لڑکا اتنے پرانے زمانے کو دیکھ رہا تھا۔ ایسا زمانہ جسے وہ صرف کہانیوں کی حد تک جانتا تھا۔ علی پتہ نہیں کتنی دیر اپنی خیالوں میں کھویا رہا، پھر وہ اٹھا اور اپنے ہاتھ میں پکڑی آخری کنکری بھی پانی میں اچھال دی، وہ واپس بڑھیا کی جھونپڑی کی طرف ہولیا۔

اچانک علی کو ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی پیچھے آرہا ہو۔ علی تیزی سے گھوما تو وہ حیران رہ گیا۔ پیچھے ایک سیاہ پوش تھا جو مکمل طور پر سیاہ لباس میں تھا اس نے ہاتھ میں ایک چمکتی ہوئی تلوار پکڑی ہوئی تھی۔ گھڑ سوار نے گھوڑے کو ایڑ لگائی گھوڑا چنچناتا ہوا اپنے پچھلے پیروں پر چنچنا ہوا کھڑا ہوا اور پھر اس نے علی کی طرف بھاگنا شروع کردیا۔

علی نے تیزی سے سمت کا تعین کئے بغیر ایک طرف بھاگنا شروع کردیا۔ پہلے بادشاہ کے سپاہی اور اب یہ سیاہ پوش پتہ نہیں علی کو ابھی کتنی ساری مصیبتوں کا سامنا کرنا تھا۔

اچانک علی کو ٹھوکر لگی اور وہ زمین پر گر گیا۔ سیاہ پوش گھوڑے سے نیچے اترا اور ہوا میں تلوار لہراتا ہوا علی کی طرف بڑھا۔ علی زمین پر سیدھے منہ لیٹا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔ سیاہ پوش نے تلوار نیام میں رکھی اور اپنا سیاہ نقاب چہرے سے ہٹا دیا۔ علی حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

وہ شہزادی مہروز تھی۔ شہزادی علی کی حالت دیکھ کر قہقہے لگانے لگی۔ علی اٹھ کر کھڑا ہوا۔ "شہزادی صاحبہ آپ۔۔۔۔!" علی حیرت سے بولا۔ "ہاں میں۔" شہزادی ہنستے ہوئے بولی۔ "تم۔۔۔۔ تم تو ڈر گئے۔"

"آپ نے ویرانے میں کوئی کمی بھی تو نہیں چھوڑی۔" علی نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہزادی ایک بار پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"آپ اس وقت اور یہاں؟" علی نے پوچھا۔

"تم سے ملنے کو دل کر رہا تھا۔ سو تمہارے پاس چلی آئی۔" شہزادی نے کہا تو علی مسکرا دیا۔

"آؤ کہیں بیٹھتے ہیں۔" دونوں ایک جگہ پتھروں پر بیٹھ گئے۔ "کہاں چھپے بیٹھے ہو؟" شہزادی نے پوچھا۔

"یہیں پاس میں ایک بڑھیا کی جھونپڑی ہے اسی کے ساتھ رہ رہا ہوں۔" علی نے بتایا۔

"یہ وہی بڑھیا تو نہیں جو اس دن ابا جان کے دربار میں آئی تھی۔" شہزادی نے اندازہ لگایا۔

"جی ہاں وہی ہے۔" علی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جسے شاید انصاف نہیں ملا تھا۔" شہزادی بولی۔ "علی ابا جان کے دربار سے کسی غریب کو انصاف نہیں ملتا، میں جانتی ہوں سپہ سالار نے اس دکھی عورت کی بیٹی کے ساتھ گھناؤنا کھیل کھیلا ہوگا اور شاید یہ بات ابا جان بھی جانتے ہیں مگر میں ان کے سامنے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ ابا جان کے ظلم دن بدن بڑھتے ہی جا رہے ہیں مگر کوئی بھی ان کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتا کیونکہ جو کوئی بھی ابا جان کے خلاف آواز اٹھاتا ہے اس کا سر قلم کر دیا جاتا ہے۔" شہزادی افسردہ لہجے میں بولی۔ "میں نے اسی لئے تمہاری مدد کی ہے تاکہ تم کم از کم میرے ابا جان کے ظلم سے بچ سکو۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ شہزادی صاحبہ کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔" علی نے کہا تو شہزادی بے اختیار مسکرا دی۔

"علی تم مجھے اپنا دوست سمجھو اور تم مجھے صرف مہروز کہہ سکتے ہو۔" شہزادی نے کہا۔ "جی میں......" علی ہکلاتے ہوئے بولا۔

"ہاں...... ہاں تم مجھے صرف مہروز کہو گے۔" شہزادی نے کہا۔

"ٹھیک ہے مہروز۔"

"ہاں یہ ہوئی ناں بات۔" شہزادی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"مہروز ایک بات پوچھوں، غصہ تو نہیں ہو گی۔" علی نے شہزادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب تمہیں دوست کہہ دیا ہے تو تمہاری کسی بھی بات کا غصہ کرنا بری بات ہو گی۔" علی کو اپنے دل کی دھڑکنیں رکتی ہوئی محسوس ہونے لگیں جسم میں سنسنی کی ایک تیز لہر دوڑ گئی، اتنا خوب صورت چہرہ علی نے زندگی میں کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ نائلہ کا حسن بھی شہزادی کے سامنے ماند پڑ گیا تھا۔

"علی کہاں کھو گئے؟" شہزادی نے اپنا خوب صورت ہاتھ علی کے سامنے لہرایا۔ "ان...... گگ...... کک...... کچھ نہیں۔" علی ہکلاتے ہوئے بولا۔

"اچھا یہ تم میری طرف سے رکھو۔" شہزادی نے ایک تھیلی علی کی طرف بڑھائی۔

"یہ کیا ہے مہروز؟" علی نے پوچھا۔

"یہ سونے کی سو اشرفیاں ہیں۔" شہزادی نے کہا۔

"ایک سو سونے کی اشرفیاں" علی حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

"ہاں اسے اپنے پاس رکھو شاید تمہارے پاس کوئی اشرفی نہ ہو اس لئے میں یہ تمہارے لئے لائی تھی۔" شہزادی نے کہا۔

"شکریہ مہروز۔" علی نے کہا۔

"دوستی میں کوئی شکریہ وکریہ نہیں ہوتا، علی۔" شہزادی نے کہا۔ "اچھا اب میں چلتی ہوں۔"

شہزادی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "ایک بار پھر میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں مہروز۔" علی نے کہا تو شہزادی نے صرف مسکرانے پر ہی اکتفا کیا۔ شہزادی نے الوداعی نظر علی پر ڈالی اور اپنا نقاب درست کر کے گھوڑے پر بیٹھ گئی۔ شہزادی نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گھوڑے نے تیزی سے ایک طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ علی کا دل چاہا کہ وہ

ایک بار پھر شہزادی کو اپنے پاس بلا کر اپنے سامنے بٹھا لے اور ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہے لیکن ایسا ہو نہیں سکتا تھا لہٰذا اس نے اپنے سر کو جھٹکا اور ایک طرف چل دیا۔

☆......☆......☆

علی جھونپڑی میں بیٹھا تھا، باہر تیز بارش ہو رہی تھی، جھونپڑی کی کمزور چھت سے پانی اندر کی طرف ٹپک رہا تھا۔ ”رمزہ بیٹی۔“ بڑھیا نے ایک طرف بیٹھی رمزہ کو پکارا۔ ”جی اماں۔“ رمزہ نے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ ”بکری کو اندر لے کر آجاؤ کہیں وہ بارش کی نذر نہ ہو جائے۔“ بڑھیا نے کہا تو رمزہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گردن کو جنبش دی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”تم بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔“ علی اٹھتے ہوئے بولا۔

”نہیں بیٹا تم بیٹھو رمزہ دیکھ لے گی۔ یہ عادی ہو چکی ہے ایسے کاموں کی۔“ بڑھیا نے کہا۔

”نہیں ماں جی اب اس کا بھائی آ گیا ہے یہ اب بالکل بھی کام نہیں کرے گی۔“ علی نے کہا اور جھونپڑی سے باہر نکل آیا بڑھیا اور رمزہ بے اختیار خوشی سے مسکرا دیں۔

رات کافی ہو چکی تھی اس لئے وہ تینوں اپنی اپنی چارپائیوں پر لیٹ گئے۔ علی کا دل کر رہا تھا کہ وہ ابھی جا کر بادشاہ کا کام تمام کر دے لیکن وہ ایک سمجھدار نوجوان تھا وہ ایک مضبوط پلاننگ کے ساتھ بادشاہ کو ختم کرنا چاہتا تھا کیونکہ بادشاہ کو ختم کرنا اتنا آسان نہ تھا۔ بادشاہ کے سپاہی اسے ڈھونڈ رہے تھے۔

سوچوں کے بیچ علی کی کب آنکھ لگ گئی اسے پتہ ہی نہ چلا۔ آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا وہ اپنی چارپائی پر موجود تھا۔ اس نے رمزہ اور اس کی ماں کی چارپائیوں کی طرف دیکھا تو وہ حیران رہ گیا کیونکہ دونوں چارپائیاں خالی تھیں۔

اچانک علی کی نظر جھونپڑی کے داخلی حصے کی طرف پڑی، وہاں ایک لمبے قد کے بزرگ کھڑے تھے جن کے جسم پر سفید لباس تھا اور ان کی داڑھی بھی لمبی اور سفید تھی، چہرے پر نور برس رہا تھا۔ وہ علی کی طرف دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ ”دیکھا علی! ضد کا نتیجہ۔“ بزرگ مسکراتے ہوئے بولے۔

”کک...... کیسی ضد؟“ علی حیرانگی سے بولا۔

”اگر اس وقت تم اپنے دوستوں کی بات مان لیتے تو...... اب تم نے ایک نیک کام کا ارادہ کر لیا ہے۔“ بزرگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کک...... کیسا کام؟“ علی نے پوچھا۔

”یہ بھی تمہیں جلد پتہ چل جائے گا۔“ خیر تم یہ کام کرو گے اور تمہیں اس لاکٹ کو ختم کرنا ہوگا تب یہ مقصد پورا ہوگا۔“ بزرگ نے ہاتھ میں پکڑا ایک لاکٹ علی کی طرف بڑھا دیا۔

علی نے ہاتھ بڑھا کر وہ لاکٹ پکڑ لیا۔ لاکٹ میں ایک تصویر تھی، تصویر میں ایک کھوپڑی اور اس کے نیچے دو ہڈیاں کراس کی شکل میں موجود تھیں۔

”جب تم اس لاکٹ کو ختم کرو گے تو دوبارہ اپنی دنیا میں واپس چلے جاؤ گے۔“ بزرگ نے کہا تو علی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”یہ تلوار تمہارے کام آئے گی۔“ بزرگ نے ایک تلوار علی کی طرف بڑھائی۔ علی نے وہ تلوار پکڑ لی خوب صورت تلوار تھی، اسی وقت علی کی آنکھ کھل گئی، وہ ایک خواب تھا۔

علی نے دیکھا رمزہ اور اس کی ماں اب اپنی اپنی چارپائیوں پر موجود تھیں علی اٹھ بیٹھا۔ ”تو یہ ایک خواب تھا۔“ علی بڑبڑایا۔

اچانک اس کا ہاتھ ایک لوہے کی لمبی چیز سے ٹکرایا۔ علی نے اس طرف دیکھا تو علی حیران رہ گیا۔ اس کے سرہانے وہی تلوار پڑی ہوئی تھی جو اسے بزرگ نے دی تھی لیکن اس وقت وہ تلوار نیام میں تھی۔ ”اگر یہ خواب تھا تو پھر یہ تلوار۔“ وہ الجھن آمیز لہجے میں بولا۔ اس نے چارپائی پر ادھر ادھر دیکھا لیکن اسے وہ لاکٹ کہیں بھی نظر نہ آیا۔ اس نے ایک نظر رمزہ اور اس کی ماں پر ڈالی اور جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ تلوار علی نے

نیام سمیت کمر پر باندھ لی تھی، باہر کا موسم کافی حد تک سہانا ہو چکا تھا۔ بارش شاید کافی دیر سے تھم چکی تھی، باہر جگہ جگہ پانی جمع ہو چکا۔

رات کا سفر ابھی کافی حد تک باقی تھا۔ علی کے اندازے کے مطابق اس وقت شاید ایک یا ڈیڑھ بجے کا وقت تھا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ ندی کنارے جا کر بیٹھے نیند تو اس کی آنکھوں سے اب کافی حد تک دور ہو چکی تھی۔

اچانک علی کو اپنے پیچھے کسی پرندے کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حیران رہ گیا کیونکہ اس کے پیچھے ایک بہت بڑا پرندہ کھڑا تھا اتنا بڑا کہ اس نے زندگی میں کبھی بھی اتنا بڑا پرندہ نہیں دیکھا تھا، اس پرندے کی سرخ آنکھیں علی کو گھور رہی تھیں۔ پرندہ تیزی سے علی کی طرف بڑھا اور علی کا جسم ایک دفعہ کانپ کر رہ گیا۔ علی تیزی سے سیدھا ہوا اور اس نے ایک طرف بھاگنا شروع کر دیا، پرندے نے تیزی سے اپنا رخ علی کی طرف کیا اور اپنے پنجوں سے بھاگتے ہوئے علی کو پکڑ لیا۔ علی اپنے آپ کو بچانے کے لئے کافی ہاتھ پاؤں مارتا رہا لیکن پرندے کی گرفت مضبوط تھی۔ علی کو لئے ہوئے پرندہ فضا میں بلندی کی طرف بڑھنے لگا۔

پرندہ اب کافی اونچائی پر پہنچ گیا تھا اتنا کہ علی کو نیچے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

اچانک پرندے نے علی کو چھوڑ دیا اور علی تیزی سے نیچے کی طرف جانے لگا۔ علی کو اپنی موت صاف نظر آ رہی تھی۔ زمین پر گرتے ہی اس کی ہڈیوں کا سرمہ بننے والا تھا، خوف کے باعث علی نے آنکھیں بند کر لی تھیں، جلد ہی موت کی خوفناک وادیوں میں پہنچنے والا تھا۔

علی پستی کی طرف بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ پھر وہ پانی کی گہرائیوں میں جا گرا۔ کافی نیچے ڈبکیاں کھانے کے بعد وہ اوپر آیا، یہ علی کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اسی ندی میں آ گرا تھا جہاں وہ ہر روز آ کر بیٹھتا تھا، وہ تیرتا ہوا کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔

اچانک اس کو اپنے پیچھے پھر پرندے کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دی، علی نے گردن گھما کر پیچھے کی جانب دیکھا تو وہی پرندہ وہاں معلق تھا۔

علی نے اس سے بچنے کے لئے پانی میں ڈبکی لگانے کی سوچی لیکن اس سے پہلے پرندے نے علی کو کندھے سے پکڑا اور پانی سے یوں نکال لیا جیسے کوئی بھوک سے بے حال عقاب پانی میں سے مچھلی پکڑتا ہے۔

ایک دفعہ پھر پرندے کا رخ آسمان کی طرف ہو گیا۔ علی سمجھ گیا کہ پرندہ اسے ضرور زمین پر پھینکے گا۔ علی نے تیزی سے نیام سے تلوار نکالی اور اپنے اوپر پرندے کے پیٹ میں گھونپ دی، پرندے کے منہ سے فلک شگاف عجیب قسم کی آواز نکلی اور اس نے علی کو چھوڑ دیا۔ علی ایک بار پھر ندی کی طرف جانے لگا۔ پرندہ بھی اس کے ساتھ ساتھ نیچے کی طرف آ رہا تھا، وہ دونوں چھپاک سے پانی میں گرے۔ پرندے کا جسم اب پانی کی سطح پر مردہ حالت میں تیر رہا تھا۔ علی نے اس کے مردہ جسم سے تلوار نکالی اور تیرتا ہوا ندی کے کنارے پر آیا اور ندی سے باہر نکل آیا اس نے شکرانہ نظروں سے آسمان کی طرف دیکھا اور بڑھیا کی جھونپڑی کی طرف بڑھ گیا، وہ اس بات سے پریشان تھا کہ یہ پرندہ اسے کیوں مارنا چاہتا تھا لیکن شاید اس کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا۔

☆......☆......☆

”اٹھو بیٹا جلدی کرو، بادشاہ کا سپہ سالار اسی طرف آ رہا ہے۔“ بڑھیا نے علی کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا تو علی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ”کک...... کک...... کیا ہوا اماں جی۔“ علی بوکھلاتے ہوئے بولا۔

”وہ...... وہ سیدھا اسی طرف آ رہا ہے بیٹا...... اسے شاید کسی نے تمہارے بارے میں خبر کر دی ہے کہ تم یہاں پر رہتے ہو...... تم...... جلدی سے کہیں چھپ جاؤ۔“ بڑھیا تیز لہجے میں بولی۔

علی چارپائی سے نیچے اترا اس نے اپنے سرہانے پڑی تلوار نیام سمیت اٹھائی۔ ”نہیں ماں آج میں سپہ سالار سے نہیں ڈروں گا۔“ میں اس سے مقابلہ

کروں گا اور تمہاری بیٹی اور بیٹے کا بدلہ لوں گا اس ظالم سے۔" علی جوشیلے لہجے میں بولا۔

"نہیں بیٹا۔ یہ وقت جوش سے نہیں ہوش سے کام لینے کا ہے۔ وہ بہت خطرناک آدمی ہے، تم اس چادر کے نیچے چھپ جاؤ۔ میں اسے کسی بہانے سے واپس بھیجتی ہوں۔" بڑھیا منت بھرے لہجے میں بولی تو علی خاموش ہوگیا اور جلدی سے چارپائی کے نیچے چھپ گیا۔ بڑھیا نے چارپائی کی چادر نیچے کردی تاکہ علی سپہ سالار کو نظر نہ آسکے۔

"اے بڑھیا باہر نکل۔" باہر سے سپہ سالار کی غصیلی آواز آئی۔ بڑھیا تیزی سے باہر نکلی۔

"ج ...... ج ...... جی مالک۔" بڑھیا جھونپڑی سے باہر نکل کر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔ اس نے دیکھا سپہ سالار اکیلا آیا تھا اور گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔

"کہاں ہے تیری دوسری بیٹی۔" سپہ سالار نے کہا تو بڑھیا کا رنگ فق ہوگیا۔ "ک ک ...... کون سی بیٹی مالک۔" بڑھیا بیچاری ڈھیلے ڈھالے لہجے میں بولی۔

"بڑھیا ...... کیوں ...... جھوٹ بولتی ہے مجھ سے۔" سپہ سالار غصے سے بولا۔ "وہ گھوڑے سے چھلانگ لگا کر نیچے اترا اور آگے بڑھ کر ایک زوردار تھپڑ بڑھیا کے گال پر دے مارا۔ بڑھیا بیچاری چیختی ہوئی زمین پر جاگری۔ جھونپڑی کے اندر چھپا علی تیزی سے چارپائی کے نیچے سے نکلا اور باہر کی طرف بڑھا تو زہرہ تیزی سے آگے بڑھی اور اس کے راستے میں آگئی۔

"بھیا باہر مت جاؤ ...... یہ ظالم سپہ سالار آپ کو ختم کردے گا۔" زہرہ منت بھرے لہجے میں بولی۔

"ہٹ جاؤ زہرہ اس نے ماں پر ہاتھ اٹھایا ہے اب یہ ظالم میرے ہاتھوں سے زمین بوس ہوگا۔" علی دانت پیستے ہوئے بولا، اس نے زہرہ کا ہاتھ پکڑا اور باہر لے آیا بڑھیا اپنے ہونٹوں سے خون صاف کررہی تھی۔

"او ے ......" علی گرجتے ہوئے لہجے میں بولا۔ سپہ سالار نے علی کی طرف دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔

"تو ...... اس جگہ۔" انگارہ اگلتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ بولا۔

"ہاں میں۔" علی ڈٹ کر بولا۔ "تو اسے لینے آیا ہے ناں ...... علی نے زہرہ کو بازو سے پکڑ کر آگے کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ......" سپہ سالار چیخا۔ "اور میں اسے لے کر جاؤں گا۔"

"اگر دم ہے تو لے جا۔" علی نے اسے چیلنج کیا۔

"ٹھیک ہے اگر تو نے مجھے مقابلے کے لئے پکارا ہے تو میں یہ قبول کرتا ہوں۔ اب تیری لاش کے اتنے ٹکڑے کروں گا کہ انہیں گننا آسان نہیں ہوگا۔" سپہ سالار نے علی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے آج میں بھی تیرا کام تمام کرکے رہوں گا، تیرے بعد میں تیرے اس ظالم بادشاہ کا کام بھی تمام کروں گا۔" علی نے نیام سے تلوار نکالتے ہوئے کہا۔ سپہ سالار نے گھوڑے سے اپنی ڈھال اتاری اور نیام سے تلوار نکال کر علی کی طرف آنے سامنے ہوگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سپہ سالار نڈھال ہوگیا۔

بزرگ کی دی ہوئی تلوار سے علی نے سپہ سالار کا کام تمام کردیا اور سپہ سالار کی لاش دیکھ کر دونوں ماں بیٹی خوشی سے جھومنے لگیں۔

☆......☆......☆

علی اپنے منہ پر کپڑا لپیٹے بادشاہ کے محل کے سامنے کھڑا تھا۔ محل کے باہر دو لمبے تڑنگے محافظ ہاتھوں میں تلواریں لئے چوکس انداز میں کھڑے تھے۔ علی اب اس محل میں داخل ہونا چاہتا تھا وہ اس ظالم بادشاہ کا کام تمام کردینا چاہتا تھا۔ بہرحال علی محل میں داخل ہوگیا۔

علی بادشاہ کے کمرے کے دروازے کے پاس آکر رک گیا۔ اس نے ہولے سے دروازے پر زور ڈالا اور دروازہ بغیر آواز پیدا کئے اندر کی طرف کھلتا چلا گیا۔ علی نے اندر داخل ہوکر دروازہ بند کیا، کمرے میں اسے کہیں بھی بادشاہ نظر نہ آیا وہ دبے دبے قدموں کے ساتھ آگے بڑھا۔

اچانک علی کی گردن پر کسی نے نوکیلی چیز رکھ دی

اور علی کے قدم وہیں رک گئے۔ "تم مجھے کیا بیوقوف سمجھتے ہو۔ نوجوان؟"

علی کو اپنے پیچھے بادشاہ کی سخت آواز سنائی دی۔ علی نے ہاتھ اوپر کرلئے۔ "بغیر کوئی حرکت کئے اپنا منہ میری طرف کرلو۔"

بادشاہ سخت لہجے میں بولا۔ علی نے اپنا منہ بادشاہ کی طرف کیا تو بادشاہ نے تلوار علی کی گردن پر رکھ دی۔ "بہت تنگ کیا تو نے ہمیں میرے محافظ تجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے پاگل ہورہے ہیں اور تو ...... خود ہی موت کے منہ میں چلا آیا۔" بادشاہ نے مسکراتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "ویسے مجھے اس بات پر حیرانگی ہے کہ تو قید سے کیسے بھاگا حالانکہ قید خانے کی چابی پہریدار کے پاس محفوظ تھی۔"

"بادشاہ سلامت اگر اللہ چاہے تو بڑی مصیبت سے بھی نکال دیتا ہے۔" علی نے کہا۔

"مجھے پتہ ہے تو قید سے اس لئے بھاگا تھا کہ تیری موت میرے ہاتھوں ہوگی۔" بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بادشاہ سلامت شاید آپ کو یاد نہیں آپ کے نجومی نے کہا تھا کہ میں ہی آپ کی موت کا سبب ہوں گا۔" علی اس دفعہ مسکرایا۔ "آج مجھے واقعی یقین ہوگیا کہ تم جیسے ظالم کی موت میرے ہی ہاتھوں ہوگی۔"

"تو مجھے کیا مارے گا بلکہ میں تیرا سر قلم کروں گا۔" اتنا کہہ کر بادشاہ نے زوردار طریقے سے تلوار گھمائی اگر علی بروقت نیچے نہ بیٹھ جاتا تو اس کی گردن کٹ کر دور جاگرتی اور اس کا دھڑ ایک طرف پڑا تڑپ رہا ہوتا۔ بادشاہ اپنا پہلا زبردست وار خالی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ علی نے تیزی سے تلوار نکالی اور سامنے کھڑا ہوگیا۔

بادشاہ نے ایک بار پھر وار کیا تو علی نے یہ وار اپنی تلوار پر روکا اور بادشاہ کو زوردار انداز میں دھکا دیا تو بادشاہ کئی قدم لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جاکھڑا ہوا۔

علی حیران تھا کیونکہ اس حملے میں اس کا اپنا کوئی ہاتھ نہیں تھا، اسے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے اس کے ہاتھ پھر کسی کے زیراثر چل رہے ہوں۔"

بادشاہ نے انگارہ اگلتی آنکھوں سے علی کو گھورا، وہ آگے بڑھا اور علی کے قریب پہنچ جھکا تو علی نے اپنی تلوار بادشاہ کے پیٹ میں گھونپ دی۔ بادشاہ کے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔

علی سیدھا کھڑا ہوا۔ "دیکھا تو نے ظلم کا بدلہ ...... بہت ظلم کرلیا تھا تو نے اپنی رعایا پر، اب جا اس دنیا سے۔" علی نے کہا اور اپنی تلوار بادشاہ کے پیٹ سے نکال لی۔ بادشاہ لہرا کر قالین پر جاگرا۔ خون کا فوارہ ابل پڑا تھا۔

علی نے اپنی تلوار بادشاہ کے کپڑوں سے صاف کی اور نیام میں ڈال لی۔ اب وہ جلد از جلد اس محل سے نکلنا چاہتا تھا کیونکہ بادشاہ کے محافظ یہاں کسی بھی وقت آسکتے تھے، وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا باہر راستہ بالکل صاف تھا، وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا۔

اچانک وہ ایک کمرے کے قریب رک گیا۔ وہ وہی کمرہ تھا جس کی وجہ سے وہ اس پرانے زمانے میں پہنچا تھا اور اسے کئی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ علی نے اس کمرے کا دروازہ کھولا اور اس کمرے میں داخل ہوگیا۔ اس نے دیکھا کمرہ خالی تھا۔

اچانک علی کی نظر ایک سفید رنگ کے بڑے پردے پر پڑی ایسا لگ رہا تھا جیسے دوسری طرف بھی کوئی کمرہ ہو، علی دبے دبے قدموں کے ساتھ اس طرف بڑھا اسے حسین نظارہ دیکھنے کو ملا۔ اپنے بستر پر شہزادی مہروز اپنی آنکھیں بند کئے خیالوں میں گم تھی۔ اس کا چہرہ چودھویں کا چاند لگ رہا تھا۔

اچانک شہزادی نے آنکھیں کھول دیں۔

علی کو اپنے دل کی دھڑکنیں بند ہوتی ہوئی محسوس ہونے لگیں اور سنسنی کی تیز لہریں اس کے جسم میں دوڑنے لگیں۔ شہزادی بستر سے اٹھی اور ایک طرف کھونٹی پر لٹکے لال رنگ کے کپڑے کی طرف بڑھی، قریب پہنچتے پر شہزادی نے وہ لال کپڑا کھونٹی سے اتارا، کپڑے کے

نیچے ایک لاکٹ موجود تھا۔ شہزادی نے وہ لاکٹ اتار کر اپنے گلے میں پہن لیا۔

اچانک شہزادی کی نظر علی پر پڑی تو علی تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔ ”کون ہے؟“ شہزادی چیختے ہوئے محل میں موجود پہریداروں کو بھی بلا سکتی تھی۔

علی منہ دوسری طرف کئے کھڑا تھا۔ ”ہماری طرف اپنا چہرہ کرو اور بتاؤ تم کون ہو اور یہاں تک کیسے پہنچے؟“ شہزادی سخت لہجے میں بولی۔

”علی تم۔“ شہزادی حیرت سے چلائی۔

”ہم..... ہم..... معاف کرنا مہروز.....“ گھبراہٹ کی وجہ سے علی کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ ”وہ..... دیکھو مہروز میں اچانک یہاں آگیا میں غلطی سے اس طرف آگیا، مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم یہاں ہو۔“ علی اپنی غلطی پر شرمندہ تھا۔ شہزادی نے علی کی ایسی حالت دیکھ کر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور علی حیرت سے شہزادی کی طرف دیکھنے لگا۔

”تو کیا ہوا علی..... میں..... میں تو تم سے کب سے کہنا چاہتی تھی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ اسی لئے تو میں نے تمہیں قید سے بھگایا تھا تاکہ تمہاری جان بچ سکے۔“ شہزادی نے کہا۔ اس نے اپنا ہاتھ اپنے جسم پر بندھے کپڑے کی گانٹھ کی طرف کیا تو علی حیرت سے شہزادی کی طرف دیکھنے لگا۔

☆.....☆.....☆

علی کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑے پایا، وہ حیرت سے اردگرد دیکھنے لگا، یہ ایک خوفناک کمرہ تھا جس میں جگہ جگہ پر انسانی ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔

ایک طرف ایک خوفناک شکل والا آدمی کھڑا تھا جس کی بڑی بڑی سرخ آنکھیں جیسے انگارہ بنی تھیں اس کے لمبے لمبے بال جو اس کی کمر تک تھے اس نے ہاتھ میں ایک بڑی سی ہڈی پکڑی ہوئی تھی۔ علی کو اچھی طرح یاد تھا کہ وہ آخری لمحات میں شہزادی کے ساتھ رہا تھا اور وہ ایسے خوشگوار لمحات تھے کہ زندگی بھر وہ لمحات بھول نہیں سکتا تھا لیکن یہ کیا اب وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور سامنے وہ خوفناک شکل آدمی اسے بری طرح گھور رہا تھا اس سے پہلے کہ علی اس سے کچھ پوچھتا کمرے میں ایک جگہ تیزی سے دھواں جمع ہونا شروع ہوگیا۔

جب دھواں چھٹا تو علی حیرت سے اس طرف دیکھنے لگا کیونکہ اب وہاں شہزادی مہروز کھڑی مسکرا رہی تھی!!!

اس کے گلے میں ایک لاکٹ تھا جسے دیکھ کر علی چونک پڑا اس لاکٹ میں ایک کھوپڑی اور اس کے پیچھے دو ہڈیاں کراس کی شکل میں موجود تھیں۔ ”مم..... مم..... مہروز..... تت..... تم اور یہ میں زنجیروں میں کیوں جکڑا ہوا ہوں؟“ علی ہکلاتے ہوئے بولا۔

”جھوٹے انسان ہو تم.....“ شہزادی گرجتے ہوئے بولی۔

”جھوٹا..... میں نے تم سے کیا جھوٹ بولا ہے؟“ علی حیرانگی سے بولا۔

”میرا دل کرتا ہے کہ تمہیں کچا چبا جاؤں۔“ شہزادی ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتے ہوئے بولی۔ ”میں..... میں تمہیں اپنا دوست مانتی تھی اور تم..... تم نے مجھے دھوکا دیا اگر ہامان جادوگر مجھے تمہاری اصلیت کے بارے میں نہ بتاتا تو..... میں نے تمہاری مدد کی لیکن تم۔“

”مہروز تم یہ کیسی باتیں کررہی ہو مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا..... اور تم نے مجھے یہ زنجیروں میں کیوں قید کر رکھا ہے؟“ علی الجھن آمیز لہجے میں بولا۔

”تم..... تم اس روز میرے کمرے میں اس لئے آئے تھے کہ مجھے ختم کرسکو۔“ شہزادی نے عجیب بات کہی۔

”کیا.....؟“ علی چلایا۔ ”یہ تم میرے بارے میں کیسی باتیں کررہی ہو مہروز، تم نے تو ہر موڑ پر میری مدد کی ہے تو بھلا میں تمہارا خون کیوں کرنے لگا؟“

”تم..... تم ماجد کے قاتل کو ختم نہیں کرنا چاہتے کیا۔“ شہزادی نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہاں! میں ماجد کے قاتل کو ختم کرنا چاہتا ہوں، پر

ماجد کے قاتل سے تمہارا کیا تعلق؟“ علی حیرانگی سے بولا۔

”اس لئے کہ ماجد کو میں نے ہی مارا ہے!!!“ شہزادی نے حیران کن بات کی۔ ”کیا.....؟“ جیسے علی چلایا۔

”ہاں ماجد کو میں نے ہی مارا ہے، اس روز جب وہ مقابلہ جیتا تو میرے دل میں گھر کر گیا اور میں اسے دل دے بیٹھی، اسی شام میں نے اپنے محافظوں سے کہہ کر اسے اپنے پاس بلایا، میں نے اس سے محبت کا اظہار کیا..... ماجد..... ہم..... تم سے محبت کرنے لگے ہیں اور تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ حیران رہ گیا۔ ”کیا ہوا ماجد تم خوش نہیں ہو کیا؟“ میں نے اس کے چہرے پر حیرانگی دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”گستاخی معاف شہزادی صاحبہ! آپ تو شہزادی ہیں، بڑی بڑی سلطنتوں کے شہزادے آپ سے شادی کرنے کے لئے ترس رہے ہوں گے..... لیکن.....“ اتنا کہہ کر وہ رکا۔

”لیکن کیا ماجد..... ہم تو صرف تم سے محبت کرتے ہیں، ہمیں کسی سلطنت کے شہزادے سے کیا لینا دینا، میری نظر میں..... تم میرے شہزادے ہو..... ہم تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔“ میں بے اختیاری ہوکر اس کے گلے لگ گئی۔ اس نے تیزی سے مجھے الگ کیا۔

”شش..... شہزادی صاحبہ! یہ آپ کیا کررہی ہیں۔“ اس نے مجھے اپنے آپ سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

”تم سے پیار۔“ میں نے کہا۔

”لل..... لیکن شہزادی صاحبہ! میں کسی اور سے پیار کرتا ہوں اور شادی بھی اسی سے کرنا چاہتا ہوں۔“ وہ دوٹوک لہجے میں بولا۔

”کیا.....؟“ میں چلاتے ہوئے بولی۔

”یہ..... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”میں..... میں سچ کہہ رہا ہوں، میں کسی اور سے پیار کرتا ہوں۔“ وہ بولا۔

”تم مجھے انکار کررہے ہو شہزادی مہروز کو..... تمہیں تو اس بات پر فخر ہونا چاہیے کہ میں خود تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں ورنہ تمہاری اوقات ہی کیا ہے۔“ میں اس پر گرجتے ہوئے بولی۔

”میں جیسا بھی ہوں شہزادی صاحبہ خوش ہوں۔ آپ تو محلوں کی مالکن ہیں، آپ کو تو کوئی اور بھی مل جائے گا لیکن میں اس لڑکی کو دھوکا نہیں دے سکتا۔“ اس نے کہا۔

”تمہاری یہ جرأت..... اگر تم میرے نہ ہوئے تو کسی کے بھی نہیں ہوسکتے.....“ میں گرجتے ہوئے لہجے میں بولی، ساتھ ہی میں نے اس کے چہرے پر پھونک ماری تو اس نے چیختے ہوئے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا، جب اس نے اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹایا تو اس کے چہرے پر چھوٹے چھوٹے سوراخ پڑ چکے تھے، جس میں کیڑے نکلنے لگے، میں نے ہاتھ پر پھونک ماری تو میرے ہاتھ میں ایک تیز دھار تلوار آگئی، میں نے وہ تلوار اس کی گردن پر ماردی اور اس کے جسم کا سارا خون ہامان جادوگر پی گیا اس کے بعد اس کی لاش غائب کرنا میرے لئے کوئی بھی مشکل کام نہیں تھا۔“ شہزادی نے ایک طرف کھڑے اس کالی شکل والے آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

علی حیرت سے شہزادی کا منہ تکنے لگا۔ شہزادی کو وہ کیا سمجھتا تھا اور وہ کیا نکلی وہ تو بادشاہ سے بھی بڑی چالباز تھی۔

”مہروز..... تم ایک فریب ہو، دھوکے باز ہو..... میں..... میں تو تمہیں کیا سمجھتا تھا اور تم کیا نکلی لیکن.....“ علی کی آواز بھرا گئی۔

”لیکن تم نے بھی تو مجھے دھوکا دیا ہے۔“ شہزادی غصے سے بولی۔

”میں نے تمہارے ساتھ کون سا دھوکا کیا ہے، بتاؤ مجھے؟“ علی نے پوچھا۔

”اس وقت جب تم میرے کمرے سے پکڑے گئے تھے تو تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا کہ تم یہاں غلطی سے آئے ہو لیکن..... تم مجھے مارنے آئے تھے محل

میں......" شہزادی نے کہا تو علی اس کی بات پر غور کرنے لگا کیونکہ شہزادی کی بات میں بہت وزن تھا اسے اب سمجھ آ گئی تھی کہ وہ اس پرانے زمانے میں کیوں پہنچا ہے، وہ ماجد کی موت کا بدلہ لینے آیا تھا اسی لئے تو وہ سب سے پہلے شہزادی کے کمرے میں پہنچا تھا کیونکہ وہی تو ماجد کی قاتل تھی لیکن وہ شہزادی کے اصل روپ کو نہ سمجھ سکا تھا۔

"مہروز میں نہیں جانتا تھا کہ میں اس زمانے میں کیا کرنے آیا ہوں لیکن اب مجھے اس بات کا پتہ چل گیا ہے کہ میں یہاں کیا کرنے آیا ہوں؟ پہلے تو میرا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن اب میں، تمہیں ضرور ختم کروں گا۔ تمہارے باپ کو تو میں نے پہلے ہی ختم کر دیا ہے اور باری اب تمہاری ہے۔" علی نے کہا تو شہزادی ایک زوردار قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

ایک طرف کھڑا جادوگر بھی ہنسنے لگا۔ "تم مجھے مارو گے یعنی شہزادی مہروز کو!!" شہزادی ہنستے ہوئے بولی۔ "میری قید میں ہو کر تم مجھے مارو گے، تم واقعی نفرت کے قابل ہو۔"

شہزادی آج میں تمہیں، تمہارے انجام تک پہنچا کر رہوں گا تم نے اور تمہارے باپ نے بہت ظلم کر لئے رعایا پر۔" علی زنجیروں میں مچلتے ہوئے بولا۔

علی جہاں تک میرے باپ کا سوال ہے اسے اگر تم ختم نہ کرتے تو میں ختم کر دیتی کیونکہ مجھے میرا باپ بالکل بھی پسند نہیں تھا، میں اکیلے ہی اس رعایا پر راج کرنا چاہتی ہوں صرف میں......" شہزادی فضا میں اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے بولی۔

"مہروز خواب ضرور لوگ دیکھتے ہیں مگر ان کے پورے ہونے کی توقع نہیں رکھنی چاہئے ظلم و ستم ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتے ایک نہ ایک دن وہ ختم ہو کر رہتے ہیں۔" علی سچے جذبے کے ساتھ بولا۔

"لیکن۔ میں ایک نہ ختم ہونے والی طاقت ہوں، ہمیشہ قائم رہنے والی طاقت۔" شہزادی غرورانہ لہجے میں بولی۔

"مہروز۔" علی چیخا۔ "ہمیشہ قائم رہنے والی طاقت صرف اللہ کی ہے، تم تو ابھی میرے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچو گی...... بہت سے انسان یہی سمجھتے رہے کہ وہ دنیا پر ہمیشہ راج کریں گے...... لیکن وہ سب مٹی میں مل کر مٹی بن گئے تمہارا حال بھی ویسا ہی ہوگا۔"

"نہیں علی! میں اسی طرح ہمیشہ قائم دائم رہوں گی، ہمان جادوگر نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یہ میرے وجود کو ہمیشہ کے لئے امر کر دے گا، اس کے لئے میں اسی طرح اسے بہادر نوجوانوں کا خون پلاتی رہوں گی، جیسے اب تمہارا خون پلاؤں گی، جب مجھے ہمان جادوگر نے بتایا کہ تم مجھے مارنے آئے ہو تو میں نے اسی وقت اس خونی پرندے کو تمہیں ختم کرنے کے لئے بھیج دیا لیکن تم نے اسے ختم کر دیا اور آج میں تمہیں ختم کر کے تمہارا خون ہمان جادوگر کو پلاؤں گی اور میری طاقتوں میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔" شہزادی نے علی کو عجیب بات بتائی۔

"تو وہ تمہارا بھیجا ہوا پرندہ تھا۔" علی حیرانگی سے بولا۔

"ہاں وہ میرا بھیجا ہوا پرندہ تھا، اس سے تو تم بچ گئے لیکن اب میرے ہاتھوں سے نہیں بچ گے......" شہزادی گرجتے ہوئے بولی۔

"تو اس کا مطلب تم کئی نوجوانوں کو اسی طرح مدد کر کے اپنے جال میں پھانس کر ان کا خون اس ظالم کو پلاتی رہی ہو۔" علی نے ہمان جادوگر کو گھورا...... "لیکن یہ بات یکی ہے کہ میں تمہاری اور اس جادوگر کی موت بن کر آیا ہوں۔" علی کی بات سن کر شہزادی اور ہمان جادوگر ایک بار پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ "اگر تم اتنے ہی طاقتور ہو تو مجھے ان زنجیروں کی قید سے آزاد کرو پھر دیکھو تمہارا انجام۔" علی دانت پیستے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے علی مرنے سے پہلے میں تمہاری یہ خواہش بھی پوری کر دیتی ہوں تاکہ تمہارے دل میں حسرت نہ رہے کہ مہروز نے تمہیں زنجیروں میں جکڑ کر مار ڈالا۔" شہزادی طنزیہ لہجے میں بولی۔ ساتھ ہی اس نے اپنا دایاں ہاتھ علی کی طرف کیا تو علی کے جسم پر بندھی

زنجیریں غائب ہو گئیں۔ "تو کرو اب اپنا شوق پورا۔" شہزادی مسکراتے ہوئے بولی۔

علی نے نیام کی طرف دیکھا تو اس میں تلوار موجود تھی۔ علی نے نیام سے تلوار نکالی اور ہمان جادوگر کی طرف بڑھا۔ ہمان جادوگر مسکرایا اور علی کے قریب پہنچتے ہی اس نے تیزی سے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہڈی اس کی طرف کر دی اور علی چیختا ہوا کمرے کی دیوار سے جا ٹکرایا دوسرے ہی لمحے کمرہ شہزادی اور ہمان جادوگر کے قہقہوں سے گونج اٹھا۔ "کیسا لگا یہ وار۔" شہزادی ہنستے ہوئے بولی۔

"اب مہروز تم میرا وار دیکھو۔" علی نے کہا تو اسے ایک بار پھر شہزادی اور ہمان جادوگر کے قہقہے سننے پڑے۔

علی بھی ہمان جادوگر کی طرف بڑھا۔ ہمان جادوگر نے ایک بار پھر ہڈی علی کی طرف کر دی، لیکن علی نے تیزی سے اپنی تلوار آگے کر دی اس دفعہ چیخنے کی باری ہمان جادوگر کی تھی، وہ چیختا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔ علی نے مسکراتے ہوئے شہزادی کی طرف دیکھا، اسے علی سے ایسی توقع نہ تھی......

"دیکھا مہروز میرا وار تم پر کافی بھاری رہا۔" علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہمان جادوگر اٹھ کر کھڑا ہوا، اس کا منہ غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا اس نے اپنی ہڈی کو گھما کر تیزی سے علی کی طرف کر کے ہاتھ کو جھٹکا دیا تو آگ کی تیز لہر علی کی طرف بڑھی، قریب آنے پر علی نے تیزی سے تلوار آگے کر دی اور آگ کی لہر ہمان جادوگر پر جا گری۔ ہمان جادوگر چیخنے چلانے لگا کیونکہ آگ نے اس کے کپڑوں کو تیزی سے پکڑ لیا تھا۔ علی نے شہزادی کی طرف دیکھا جو حیرت سے ہمان جادوگر کو آگ کی لپیٹ میں چیختے چلاتے دیکھ رہی تھی۔

علی کی نظر شہزادی کے گلے میں پہنے ہوئے لاکٹ پر پڑی۔ یہ وہی لاکٹ تھا جسے علی کو ختم کرنا تھا۔ شہزادی ہمان جادوگر میں ایسے کھوئی تھی کہ اسے علی کی بالکل بھی خبر نہیں تھی۔ علی تیزی سے شہزادی کی طرف لپکا۔ شہزادی نے چونک کر علی کی طرف دیکھا لیکن اب دیر ہو چکی تھی، علی نے ایک زوردار وار شہزادی کی گردن پر کیا، لاکٹ ٹوٹ کر زمین پر جا گرا اور شہزادی کی گردن کٹ کر دور جا گری، اسی وقت کمرے میں زوردار چیخوں کی آواز گونجنے لگی، ان چیخوں کی آواز اتنی دلدوز تھی کہ علی نے بے اختیار اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے اور آنکھیں بند کر لیں۔

تھوڑی دیر بعد جب چیخوں کی آوازیں آنا بند ہو گئیں تو علی نے آنکھیں کھول دیں اور کانوں پر سے ہاتھ ہٹا لئے، وہ حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کمرہ وہ نہیں تھا بلکہ کمرہ شہزادی کا تھا لیکن اس وقت کمرے کی حالت خستہ حال تھی جب وہ پہلی دفعہ گیند ڈھونڈنے کی غرض سے اس کمرے میں آیا تھا تو کمرے کی حالت بالکل ایسی تھی اس کے جسم پر اب پینٹ شرٹ موجود تھی۔

"شکریہ علی! تم نے میری بھٹکتی ہوئی روح کو آسمان کی طرف پرواز کرنے کا موقع دیا۔" سامنے کھڑے ماجد کی روح نے کہا تو علی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"شہزادی تھی ہی اتنی چالاک کہ وہ بہلا پھسلا کر نوجوان کو اپنے کمرے تک لاتی اور پھر پیار کا جال پھیلا کر ان کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی اور پھر ان کا خون جادوگر کو پلاتی، میرے ساتھ بھی ایسا ہی کیا اس نے لیکن میں پہلے سے ہی کسی اور سے محبت کرتا تھا۔" ماجد کی باتیں سن کر علی کو واقعی دکھ ہوا۔ "اچھا علی اب میں چلتا ہوں تمہارے دوست اسی طرف آ رہے ہیں۔" ماجد کی روح نے کہا تو علی مسکرا دیا۔

اور پھر ماجد کی روح وہاں سے غائب ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہاں احمد، عمر اور قاسم آ گئے وہ علی کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ "شکر ہے اللہ کا کہ تو ہمیں یہاں مل گیا۔" احمد نے سکھ کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ہم باہر پندرہ منٹ تیرا انتظار کرتے رہے اور آخر ہمت کر کے یہاں آ ہی گئے۔" عمر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پندرہ منٹ!!" علی حیرانگی سے بولا۔

"ہاں پندرہ منٹ ہی تو ہوئے ہیں تمہیں اس محل میں آئے ہوئے۔" عمر نے عجیب بات کہی۔

"پاگل تو نہیں ہوگیا تو......" علی اچنبھے کی حالت میں بولا۔ "پاگل" میں کون سا مذاق کررہا ہوں، تجھے پندرہ منٹ ہی تو ہوئے ہیں اس پراسرار محل میں آئے ہوئے۔" عمر سخت لہجے میں بولا۔

"ہاں علی! تمہیں پندرہ منٹ ہی تو ہوئے ہیں اس محل میں آئے ہوئے۔ عمر سچ کہہ رہا۔" احمد نے عمر کی تائید کی۔

"کیا کہہ رہے ہو تم دونوں، مجھے اس محل میں آئے ہوئے تقریباً تین چار ماہ ہوچکے ہیں اور تم لوگ صرف پندرہ منٹ کہہ رہے ہو؟" علی الجھن آمیز لہجے میں بولا۔

علی کی اس بات پر تینوں نے قہقہہ لگایا تو علی کو حیرت ہورہی تھی کہ یہ تینوں اس کی بات پر یقین کیوں نہیں کررہے تھے۔ "ہمیں لگتا ہے تمہیں اس پراسرار محل نے پاگل کردیا ہے۔" تینوں ہنستے ہوئے بولے۔

"بھئی تم لوگ میری بات کا یقین کرو، میں مذاق نہیں کررہا...... اچھا چلو میں شروع سے تمہیں ساری بات بتاتا ہوں پھر تمہیں میری بات کا یقین آئے گا۔"

اتنا کہہ کر علی نے بولنا شروع کیا تو احمد، عمر اور قاسم بے یقینی کے عالم میں اس کی طرف دیکھتے رہے اور علی اپنے ساتھ بیتی آپ بیتی سناتا رہا۔ لیکن کسی کو بھی یقین نہیں آرہا تھا۔

نائلہ سے دوسرے دن علی ملا اور اسے بھی یہ واقعہ سنایا تو نائلہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"یہ تم کیا سنا رہے ہو کہ تم پرانے زمانے میں تین چار ماہ رہ کر آئے ہو۔"

"نائلہ میں مذاق نہیں کررہا......" علی نے کہا۔ "میں ان چار مہینوں میں ترس گیا تھا تمہارا چہرہ دیکھنے کے لئے۔" علی افسردہ لہجے میں بولا۔

"لگتا ہے تم واقعی پاگل ہوگئے ہو۔" نائلہ نے عجیب نظروں سے علی کی طرف دیکھا۔ "ابھی کل ہی تو تم مجھ سے مل کر گئے تھے اور تم نے تین چار ماہ کی رٹ لگا رکھی ہے۔"

"نائلہ تم خود سوچو سارے گاؤں والے یہ کہتے ہیں کہ اس پراسرار محل میں جانے والا دوبارہ واپس نہیں آتا۔" علی نے نقطہ اٹھایا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" نائلہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اچھا میں تمہیں شروع سے ساری بات بتاتا ہوں۔" اور علی نے اسے سارا واقعہ سنادیا لیکن اس نے شہزادی مہروز کے ساتھ بتائے خوشگوار لمحوں والی بات چھپا گیا کیونکہ یہ باتیں سن کر نائلہ بھڑک بھی سکتی تھی۔ ساری بات سننے کے بعد نائلہ بے یقینی کے عالم میں علی کی طرف دیکھنے لگی۔ "اس کا مطلب ہے کہ تمہیں ابھی بھی میری بات پر یقین نہیں آیا۔" علی نے نائلہ کے چہرے کو پڑھتے ہوئے کہا۔ "نائلہ میرے پاس ثبوت بھی ہے۔" علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا ثبوت؟" نائلہ نے پوچھا۔

"یہ دیکھو" اتنا کہہ کر علی نے جیب سے کپڑے کی ایک پوٹلی نکالی۔

"یہ کیا ہے؟" نائلہ نے حیرانگی سے پوچھا۔ علی نے وہ پوٹلی کھول کر نائلہ کے سامنے کردی اور نائلہ کو اپنے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی محسوس ہونے لگیں کیونکہ وہ پوٹلی سونے کی اشرفیوں سے بھری پڑی تھی۔

"یہ سونے کی سو اشرفیاں ہیں۔" علی نے نائلہ کا چہرہ دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ مجھے بادشاہ کی بیٹی مہروز نے دی تھیں...... کیوں اب بتاؤ آیا ناں مجھ پر یقین۔"

اور نائلہ صرف اپنے سر کو اثبات میں ہلا سکی۔ علی نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا کہ وہ ایک دن اسے سونے سے لاد دے گا۔ نائلہ کر بھی کیا سکتی تھی، مسکراتے ہوئے علی کے گلے لگ گئی۔